شعبۂ
تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

تعمیرِ حیات

۷ رجب ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۷۰ء

ایڈیٹر سید محمد الحسنی
معاون سعید الاعظمی ندوی

چندہ سالانہ آٹھ روپیہ ۔ قیمت فی پرچہ ۳۵ پیسے

سہ میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہونچے

Regd No. L. 1981
FORTNIGHTLY
Phone 22948
TAMEER-E-HAYAT
Darululoom Nadwatululama, Lucknow. (India)

تذکرہ
حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی
از مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی
چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ و عالم، اویسِ زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات، جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو درد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔
قیمت Rs 3

مسئلۂ ختمِ نبوت — علم و عقل کی روشنی میں
تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء
اس کتاب میں مسئلۂ ختمِ نبوت کو خصوصی علمی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدۂ ختمِ نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی و عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحبِ عقلِ سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختمِ نبوت کا قائل ہو جائیگا، قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدۂ ختمِ نبوت میں شک و شبہ کرنیوالے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف روشنی کا ایک عظیم مینار ہے!
قیمت: ۲ روپے ۷۵ پیسے

الأدب العربي
بين عرض و نقد
[illegible]
(قیمت صرف چار روپے)

اردو عربی ڈکشنری
مؤلفہ مولانا عبد الحفیظ بلیاوی ۔ [illegible]
یہ شاندار اردو عربی لغت اپنی غیر معمولی خصوصیات کی وجہ سے [illegible] میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ نکل گیا تھا۔ اس کتاب کی تالیف پر حکومت یو۔پی نے مصنف کو گراں قدر انعام دیا تھا، یہ ڈکشنری علماء و طلباء اور عربی زبان کے شائقین سب کیلئے یکساں مفید ہے خاص کر مدارس کے طلبہ کیلئے یہ نہایت بیش قیمت تحفہ ہے
قیمت ۔ [illegible]

الأدب العربي
بين عرض و نقد
(قیمت صرف چار روپے)

ملنے کا پتہ
مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

Cover Printed at Nadwa Press Lucknow

22948

للہ

ملت کے نوجوانوں سے!

مسلمان ملت سے بندھا ہوا ہے، بنا ہوا ہے، سلا ہوا ہے۔ وہ ملت سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

جس طرح موج دریا سے الگ نہیں کی جا سکتی۔ موج کو دریا سے الگ کر دیا جائے تو موجوں کا وجود ہی ختم ہو جائے گا بلکہ پانی کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہ جائے۔ موج کا وجود دریا کے اندر ہے ہم سب ملت کی موجیں ہیں۔ اگر دریا ہے اور دریا رواں ہے صاف شفاف ہے، ٹھہر نہیں گیا ہے، اس میں کوئی بو نہیں ہے کوئی خرابی نہیں پیدا ہو گئی ہے تو موجیں کھیلتی رہیں اچھلتی رہیں کودتی رہیں سب ان کا احترام کریں گے، سب ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے، ان کا وجود تسلیم کریں گے، لیکن موجیں باہر کیسا ہی اچھلیں کودیں وہ سب عارضی ہیں جیسے شعلہ بھڑک کر بجھ جاتا ہے موج جیسے باہر نکلی اس کا وجود ختم،

ہم آپ اگر ملت سے کٹ گئے ہمارا وجود ختم!

مولینا ابو الحسن علی ندوی

چندہ
سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ ؍؍
فی کاپی ۲۵ پیسے

پندرہ روزہ
تعمیر حیات
لکھنؤ
شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
جلد ۷ شمارہ ۲۱

۷ رجب سنہ ۱۳۸۹ھ
مطابق
۱۰ ستمبر سنہ ۱۹۷۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحیح سمت کی طرف

ایک صحیح قدم!

دار العلوم میں جو واقعات گزشتہ مہینوں میں پیش آئے اس کو دہرانا یہاں مقصود نہیں، ان واقعات سے کچھ لوگ تھوڑے دن کے لئے بہت "محظوظ" ہوئے اور ہمیں افسوس ہے کہ ان کی مسرت کی عمر طویل نہ ہو سکی، اہل تعلق و مخلصین کی بہت بڑی تعداد اس سے قدرتی طور پر ملول اور شکستہ خاطر تھی اور ہمیں مسرت ہے کہ رنج و ملال کی یہ بدلیاں ان کے لئے عارضی ثابت ہوئیں، بلکہ رحمت بن کر برسیں۔

(عسی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم) کا ظہور ہمیشہ ہوتا آیا ہے، لیکن اس موقع پر اس کا منظر اور سماں جتنے دلکش طریقے پر نظر آیا اس سے ہمارے ایمان و یقین اور توکل و اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے اور (والعاقبۃ للمتقین) کی جہانگیری اور (ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین) کی فرمانروائی صاف نظر آتی ہے۔

ان واقعات کا مسرت انگیز اور خوش آئند پہلو یہ ہے کہ اس سے غلط فہمیوں اور خوش خیالیوں کا پردہ چاک ہوا، بہت سے حقائق کھل کر سامنے آئے، بقائے انفع کے قانون پر جس کو قرآن مجید میں (فاما الزبد فیذھب جفاءً واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض) کہا گیا ہے، ہمارا یقین بڑھا۔ ذہن و دماغ کی کھڑکیاں اور دلوں کے دروازے کھلے، قبولیت حق اور نئے طرز زندگی کی طرف توجہ ہوئی اور اب دار العلوم الحمد للہ اس منزل میں ہے جہاں خدا کی مدد سے ایک نئے عہد کا آغاز ہو سکتا ہے۔

وہ عہد جس میں اخوت و محبت کی حکمرانی ہو، دعوت و تربیت کے مناظر ہوں، تعلیمی استعداد اور معیار علمی کے زندہ و متحرک نمونے ہوں، حق کی قدر اور حق کی پیاس ہو، غیر اسلامی نظریات اور مادی منتہائے نظر کی حقارت دل میں جاگزیں ہو، اپنی تہذیب و ثقافت پر فخر اور اپنی دعوت اور مشن کی اہمیت کا صحیح ادراک ہو، یک جہتی اور تعاون کی فضا ہر جگہ نظر آتی ہو۔

خوشی کی بات ہے کہ تعلیم کے آغاز ہی سے دار العلوم کا رخ اسی سمت کی طرف ہے جو منزل مقصود کی طرف لے جاتی ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب کے باہمی تعاون و محبت، نظام کے استحکام اور سعی و عمل کے ذریعہ یہ رخ قائم رہے۔ اور آگے کی طرف جتنے قدم پڑیں سب صحیح سمت میں پڑیں، رخنہ اندازی، کجروی اور راستہ بدلنے کی کوئی کوشش بلکہ اشارہ ہمت افزائی نہ ملنے، اور مناسب آب و ہوا اور سازگار ماحول نہ پانے کی وجہ سے اسی جگہ ختم ہو جائے۔

ہم مقصد و ہم خیال بلکہ کسی گھرانہ اور خاندان کے عزیز افراد کی طرح طلبہ اس نئے ماحول میں زندگی گذاریں، استاذ و شاگرد اور بڑے چھوٹے کا فرق سمجھیں نیز اپنی تعلیم کا مقصد اور اپنے والدین و سرپرستوں کے احساسات اور تمناؤں، ملت کی زبوں حالی اور تشنگی کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں۔

ان کے نظام الاوقات میں کسی فتنہ انگیزی اور شرپسندی کی گنجائش نہ ہو بلکہ اس کا خیال تک ان کے دل میں نہ آئے۔ ان کے شب و روز اس طرح مصروف اور اتنے مفید کاموں میں مشغول ہوں کہ کم از کم مغالطہ کا وہ حصہ جس کا تعلق بیکاری، وقت گذاری اور غلط خیالی سے ہے ان کے لئے کالعدم ہو جائے ان کو فرصت ہی نہ ہو کہ ضروری باتوں کو ترک کر کے فضول چیزوں کی طرف متوجہ ہوں اور غلط باتیں سوچنے پر مجبور ہوں۔

دار العلوم میں اس وقت جو فضا ہے وہ ہمارے ذہن کو متوجہ کرنے والی اور بیدار رکھنے والی ہے، اگر یہ توجہ اور بیداری برقرار رہے، اور اس میں اضافہ ہو گئے تو ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہیں اور یہ بڑے شکر کا مقام ہے۔

رفع نزاع باہمی پر ندوۃ العلماء کی بنیاد رکھی گئی اور یہ حقیقت ہے کہ اتحاد بین المسلمین کا کام اس نے ہمیشہ بہت نمایاں طور پر انجام دیا ہے اور اس کے نقوش تاریخ میں ابھی تک زندہ اور تازہ ہیں۔

جو ندوہ ہندوستان بھر میں صلح و صفائی اور رفع نزاع کا صور پھونکتا رہا وہ اگر خود اپنے گھر میں اس دولت سے محروم ہو جائے تو اس سے زیادہ افسوسناک بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

روح ندوہ اپنے فرزندوں اور بہی خواہوں اور خدمت گذاروں سے آج پھر اسی پیغام اخوت کی امیدوار ہے جس میں اب بھی اثر انگیزی کی سب سے بڑی صلاحیت اور انقلاب حال کی سب سے زیادہ طاقت ہے۔

؎ میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

قرآن کا پیام

(مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی)

وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ

اور جو کوئی ایسا کرے تو وہ اللہ کے ہاں کسی شمار میں نہیں مگر ہاں ایسی صورت میں کہ تم ان سے کچھ اندیشہ (ضرر کا) رکھتے ہو۔

یعنی دشمنانِ خدا کے ساتھ دوستی رکھنے والے کی دوستی اللہ کے ساتھ کسی درجہ میں بھی معتبر و مقبول نہیں۔

لَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ مِنَ اللّٰهِ سے مراد من دین اللہ یا من ولایۃ اللہ سمجھی گئی ہے۔

(رفع ضرر کے لئے بہ قدر ضرورت ظاہری تعلقات دوستانہ کی اجازت ہے۔)

کافروں کے ساتھ حسن سلوک کی تین ہی ممکن صورتیں ہیں۔

(۱) موالات یا دوستی (۲) مدارات یا ظاہری خوش خلقی و خاطرداری (۳) مواسات یا احسان و نفع رسانی علمائے شریعت کی تحقیق ہے کہ شق اول یعنی موالات یا حقیقی دوستی تو کسی حال میں جائز نہیں۔ شق سوم بھی اختلافی نہیں۔ مواسات صرف اہلِ حرب کے ساتھ ناجائز ہے باقی کے ساتھ جائز۔ رہی شق دوم، سو وہ تفصیل طلب ہے۔ مدارات تین حالتوں میں درست ہے۔ ایک اپنے رفع ضرر کے لئے۔ دوسرے خود اس کافر کی مصلحت دینی یعنی توقع ہدایت کے موقع پر۔ تیسرے اکرام ضیف کے طور پر یعنی کافر جب مہمان ہو اس وقت کے لئے۔ ان تین صورتوں کے سوا اپنے نفع یا حصولِ مال و جاہ کے لئے مدارات درست نہیں۔ اور جب اس سے ضرر دین کا اندیشہ ہو تو یہ اختلاط بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً یہ لحاظ رہے کہ آیت میں ذکر اندیشہ کا ہے۔ محض توہم یا احتمال بعید اس کے لئے کافی نہیں۔

اور جس ضرر کا خوف و اندیشہ ہو۔ اسے بھی معتدبہ ہونا چاہیئے۔

یہ بظاہر عام ہے۔ لیکن اہل سنت نے اذیتِ عظیم کی قید صاف لگا دی ہے۔

آیت میں ایک طرف رد ہے فرقۂ امامیہ کا۔ جس نے تقیہ کی حدود بہت وسیع کر کے اُسے اپنے مذہب کا ایک جزو بنا لیا ہے اور دوسری طرف

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف آنا ہے، آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے تم اسے خواہ پوشیدہ رکھو یا ظاہر کرو اللہ اس کو جانتا ہے اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اس (سب) کو جانتا ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

فرقۂ خوارج کا جس نے جواز تقیہ سے سرے سے انکار کر دیا ہے عدل و اعتدال کا مسلک افراط اور تفریط دونوں سے یکساں الگ اہل سنت کا ہے، صاحب روح المعانی نے اس ذیل میں ماشاء اللہ بہت خوب لکھا ہے۔

(کہ حقیقۃً صاحب اقتدار قابل عظمت صرف وہی ہے) نَفْسَهٗ مراد یہ لی گئی ہے کہ اللہ اپنے عذاب سے تم کو ڈراتا ہے۔

(سو اس کے احکام کی ظاہری باطنی ہر مخالفت سے باز رہو۔)

خطاب عامۃ الناس سے ہے رسول اللہ صلعم کے واسطے سے۔

معصیت سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ یہی مسئولیتِ آخرت کا استحضار ہے۔

یعنی اس کا علم ہر طرح کامل، جزئیات و کلیات سب پر حاوی، حاضر و غائب سب پر شامل ہے۔ اس کے ہاں ظاہر و مخفی دونوں یکساں ہیں۔ اس میں رد آگیا یونان اور دوسری قوموں کے ان جاہلی فلسفیوں کا جنھوں نے خدا کی صفتِ علم کو ناقص و محدود مانا ہے۔

السمٰوات والارض کی تصریح صرف محاورۂ زبان کے مطابق ہے جو آسمان و زمین کو سارے موجودات کے مرادف سمجھتی ہے۔ مراد صفتِ علم کی کاملیت و جامعیت کا اثبات ہے۔ یہ مراد ہرگز نہیں کہ اگر کوئی مقام آسمان و زمین کے باہر ہے تو وہاں کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں۔

(اور جب علم کے ساتھ اس کی قدرت بھی کامل ہے تو وہی اس کا مستحق ہے کہ اسی کی سزا سے ڈرا جائے)

مشرک قوموں کو اصلی ٹھوکر صفتِ علم کے ساتھ صفتِ قدرت میں لگی ہے اسی لئے بار بار زور الٰہی صفات پر دیا گیا ہے۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

جس روز ہر شخص اپنے ہر نیک عمل کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور (اسی طرح) ہر برے کام کو بھی۔ (اس روز) وہ تمنا کرے گا کہ کاش اُس شخص اور اُس دن کے درمیان مسافت بعید حائل ہوتی۔ اور اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا شفقت کرنے والا ہے۔

(جزاء اعمال کے لئے)

يَوْمَ یعنی قیامت کے دن۔

مَا عَمِلَتْ ...... مُحْضَرًا یعنی دنیا میں جو کچھ بھی عمل کیا ہے اس کو نامۂ اعمال میں درج پائے گا یا اُن اعمال کی جزا سے دوچار ہوگا۔

بعض صوفیائے عارفین نے یہ معنی کئے ہیں کہ انسان بجنسہٖ اس عمل کو کرتے ہوئے اپنے کو پائے گا۔

اکبر الٰہ آبادیؒ اردو کے مشہور شاعر ہونے کے ساتھ ہی حکیم و عارف بھی تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو ہر وقت ہم بولا کرتے ہیں کہ "وقت چلا گیا" وقت جاتا کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ کے یہاں چلا جاتا ہے اور وہیں جمع رہتا ہے قیامت کے دن حق تعالیٰ اسی "وقت" کو واپسی کا حکم دیں گے۔ پس جب وقت واپس آئے گا مع اپنے مشمولات کے یعنی جو کچھ بھی وقت کے اندر ہوتا رہتا ہے، اس روز بجنسہٖ دوبارہ واقع ہو کر رہے گا۔

(کہ اعمال بد یا ان کی جزا کا معائنہ نہ کرنا پڑتا) یہ حسرت ان دلوں میں پیدا ہوگی جن کے پاس اعمال خیر و شر کا مجموعہ ہوگا۔ تو جس بدنصیب کے پاس شر ہی شر ہوگا اس کی حسرت نصیبی کا کیا کہنا!

بَيْنَهَا میں ضمیر نفس کی طرف اور بَيْنَهٗ یوم کی طرف ہے۔

(کہ قابل عظمت و صاحب اقتدار ذات صرف اسی کی ہے۔)

نَفْسَهٗ سے مراد عقاب نفسہ سمجھی گئی ہے اور آیت کا یہ ٹکڑا ابھی اوپر گزر چکا ہے۔

(چنانچہ یہ بار بار کی تنبیہ و تہدید بھی اسی شفقت و رافت ہی کا نتیجہ ہے کہ کاش بندے اب بھی سنبھلیں اور راہ ہلاکت پر چلنے سے باز رہیں۔)

شریف طبیعتوں کو نافرمانی سے باز رکھنے کے لئے صرف اسی حقیقت کا استحضار کافی ہے کہ ان کا مالک و خالق کس درجہ رحیم و شفیق ہے!

کلام خیر الانام

(شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب میری امت اپنے علماء سے بغض رکھنے لگے اور بازاروں کی تعمیر کو نمایاں کرنے لگے اور دراہم (روپیہ) جمع کرنے پر نکاح کرنے لگے (یعنی نکاح کرنے کے لئے بجائے دیانت تقویٰ اور دینداری کے مالدار ہونے کی رعایت ملحوظ ہو) تو حق تعالیٰ شانہٗ ان پر چار چیزیں مسلط فرما دیں گے۔ زمانہ کا قحط اور بادشاہ کا ظلم اور حکام کی خیانت اور دشمنوں کا حملہ (حاکم)۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ گناہ کا بدلہ عبادت میں سستی روزی میں تنگی اور لذت میں کمی ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال حضورؐ کی خدمت کی کبھی ترش روئی سے آپ مجھ سے نہیں پیش آئے مجھے ارشاد فرمایا کہ وضو اچھی طرح سے کیا کر اس سے عمر میں اضافہ ہوگا اور تیرے محافظ فرشتے تجھ سے محبت کرنے لگیں گے (طبرانی صغیر) اور نماز کا کچھ حصہ گھر میں مقرر کر اس سے گھر کی خیر میں اضافہ ہوگا اور جب گھر میں جایا کرے تو گھر کے لوگوں کو سلام کیا کر اس کی برکت تجھ پر بھی ہوگی۔ اور گھر کے لوگوں پر بھی۔ نماز کے اہتمام میں جو دینی اور دنیوی برکات حضورؐ نے ارشاد فرمائی ہیں ان کا نمونہ دیکھنا ہو تو میرا رسالہ فضائل نماز دیکھیں۔ یہاں اختصار کی وجہ سے اُن کو ذکر نہیں کرتا۔ ان سب روایات سے یہ بات واضح ہے کہ جیسے معاصی اور گناہوں کی کثرت پریشانیوں اور حوادث کی کثرت کا سبب ہے ایسے ہی طاعات اور عبادات دارین کی فلاح کا سبب ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ان اللہ تعالیٰ یقول یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املأ صدرک غنی واسد فقرک وان لم تفعل ملأت یدیک شغلا ولم اسد فقرک کذا فی الجامع الصغیر بروایۃ احمد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم عن ابی ہریرۃ ورقم لہ بالحسن

حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو میری عبادت کے لئے فراغت (کے اوقات نکال) میں تیرے سینے کو غنا (اور بے فکری) سے پر کر دوں گا اور تیرے فقر (و فاقہ) کو دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے گا (کہ میری عبادت کے لئے فارغ بنے) تو تجھے مشاغل میں پھنسا دوں گا اور تیرا فقر زائل نہ کروں گا۔

یہ ارشاد خداوندی ہے اور اُس مالک الملک اور قادرِ مطلق کا ارشاد ہے جس کے قبضہ و قدرت میں دنیا کی ہر چیز ہے۔ نیز اس کے ہم معنی اور بھی روایات ہیں جن میں دنیا کی فلاح و کامیابی کا مدار اللہ کی عبادت پر رکھا ہے۔ لیکن ہم لوگ دنیا کمانے کے واسطے عبادت ہی کی اوقات پر سب سے پہلے صفایا کرتے ہیں۔ جب اس طرح اللہ کی نافرمانیوں میں ہماری ترقیات ہوں تو پھر ہماری پریشانیوں اور تنگدستیوں میں کیوں نہ اضافہ ہو۔ دین سے بے راہ ہو کر مسلمان روٹی کا سوال حل کرنا چاہیں تو کیسے ممکن ہے جب روٹی دینے والا یہ کہے کہ میں نہ فقر کو دور کروں گا نہ دل کو مشاغل سے خالی کروں گا۔ صحیح حدیث میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ، اگر بندے میری اطاعت (پوری پوری) کریں تو رات کو سوتے ہوئے ان پر بارش برساؤں اور دن میں آفتاب نکالا رہے کہ (کاروبار میں حرج نہ ہو) اور بجلی کی آواز بھی ان کے کان میں نہ پڑنے دوں تاکہ ان کو خوف و ہراس نہ ہو۔ (جامع الصغیر) لیکن ہم لوگوں کی شامتِ اعمال کہ دن اور رات کا یہ نظم درکنار جگہ جگہ بارشوں کی قلت کی شکایات بڑھتی رہتی ہے۔ اور جہاں ہوتی ہیں سیلاب کی صورتوں میں بسا اوقات ہوتی ہیں۔

احیاء میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ کے زمانہ میں ایک مرتبہ نہایت سخت قحط پڑا حضرت موسےٰ بنی اسرائیل کے ساتھ تین دن تک استسقاء کی نماز کے لئے باہر تشریف لیجاتے رہے مگر بارش نہ ہوئی۔ تیسرے دن وحی آئی کہ اس جماعت میں ایک شخص چغلخور ہے اس کی وجہ سے تم لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی حضرت موسیٰؑ نے درخواست کی کہ اس کو علم ہو جائے تاکہ اس کو مجمع سے علیحدہ کر دیا جائے ارشادِ خداوندی ہوا کہ میں تمھیں چغلی سے منع کروں اور خود اس شخص کی چغلی کھاؤں اس لئے تعین نہیں کرتا۔ حضرت موسیٰؑ نے قوم سے خطاب فرما کر توبہ و استغفار کی تلقین فرمائی اور خصوصیت کے ساتھ چغلخوری سے رب سے توبہ کرائی۔ فوراً بارش شروع ہوگئی۔ حضرت سفیان ثوری سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں سات سال تک ایسا قحط پڑا کہ کوڑیوں (گھوروں) پر سے مردار اٹھا کر لوگوں نے کھائے اور آدمیوں کے کھانے کی نوبت پہنچ گئی۔ لوگ پریشان حال جنگلوں اور پہاڑوں پر روزانہ دعاؤں اور استسقاء کی نمازوں کے لئے نکلتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اس زمانہ کے انبیاء کی علیہم السلام وحی نازل فرمائی کہ تمھاری زبانیں دعائیں کرتے کرتے بھی خشک ہو جائیں اور آسمانوں تک ہاتھ دعاؤں کے لئے اٹھ جائیں اس وقت تک میں کسی رونے والے پر بھی رحم نہیں کروں گا۔ جب تک آپس کے مظالم دور نہ کئے جائیں۔ کتب تواریخ و احادیث میں اس قسم کے واقعات بکثرت موجود ہیں۔ الغرض سینکڑوں روایات ہیں جن میں صاف طور سے اعمال حسنہ پر دارین کی فلاح اور اعمال سیئہ پر دارین کے نقصانات تفصیل سے بتا دیئے گئے ہیں ان روایات کا احصا مجھ سے ممکن ہے نہ مقصود ہے غرض ان مثالوں کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سچے ہیں تو پھر ہم لوگوں کا اپنے اوپر کتنا صریح ظلم ہے کہ ہم خود اپنے افعال سے مہلکات میں پڑتے رہیں نقصان دہ امور اختیار کرتے رہیں اور زبان سے مسلمانوں کی تباہی کا گیت گاتے رہیں۔

ہماری مثال اس بیمار کی سی ہے جس کو اسہال کا مرض ہو وہ مسہل دواؤں کا استعمال کرتا رہے اور شور مچاتا رہے کہ دست نہیں تھمتے۔ کوئی اس بیوقوف سے پوچھے کہ تو خود مسہلات کا استعمال کر رہا ہے یہ اسہال تھمنے کے ہیں یا بڑھنے کے ——— ہم مظالم کا رونا ہر وقت روتے ہیں اور آنے والے کے خطرات سے ——— خائف ہیں لیکن کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ہم کو متنبہ نہیں فرمایا کیا حکومتوں کے اسباب اور اعمال کو واضح الفاظ میں نہیں بتا دیا کیا حضورؐ (روحی فداہ وابی وامی) کی شفقت یا تعلیم و تنبیہ میں کسی قسم کی کمی ہے۔ حاشا وکلا حضور کا ارشاد ہے فرماتے ہیں۔ کما تکونون کذالک یؤمر علیکم (مشکوۃ ولہ طرق فی المقاصد الحسنۃ) جیسے تم لوگ اپنے (اپنے اعمال کے اعتبار سے) ہوگے ویسے ہی تم پر حاکم بنائے جائیں گے اس لئے ہم اپنے اوپر بہترین افراد کی حکومت چاہتے ہیں تو اس کا واحد علاج بہترین اعمال ہیں اور کچھ نہیں۔

(بقیہ اسلام میں صلۂ رحمی)

قیاس کرنا چاہیئے۔ ملاقات کے وقت سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، مصافحہ کرنا، نرمی اور خوش خلقی سے گفتگو کرنا، ان کی خطاؤں سے درگزر کرنا، ان کے بھیدوں کو فاش نہ کرنا، ان کے عیبوں کا ٹوہ نہ لگانا، غیبت نہ کرنا بہتان نہ باندھنا، ان کے رنج سے رنجیدہ اور خوشی سے خوش ہونا اور ان کے دل کو بغض و حسد سے پاک رکھنا۔ ان کے سوا بیسوں باتیں اور بھی ہیں جن کے واسطے کتاب الاخلاق کا معائنہ درکار ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ لوگوں کے اخلاق درست کروں۔

مولانا حکیم سید عبدالحئی سابق ناظم ندوۃ العلماء

اسلام میں صلۂ رحمی

ذوی القربیٰ کا مرتبہ اور درجہ:۔

خدا اور رسول کے بعد ماں باپ کا سب سے زیادہ حق ہے ان کے بعد ذوی القربیٰ کا قرآن مجید میں جا بجا اس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ تمام آیتوں کی نقل کرنے کی ضرورت نہیں، صرف ایک دو آیتوں کو میں بیان کرتا ہوں فرمایا:۔

واعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئاً و بالوالدین احسانا و بذی القربیٰ (الخ)

خدا کی بندگی کرو، اور کسی کو (اس کی الوہیت اور استحقاق عبادت میں) شریک نہ سمجھو، اور اپنے ماں، باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنے قرابتداروں کے ساتھ (آہ) اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے حقداروں کا ذکر فرمایا ہے، مگر سب سے مقدم و مرجح انھیں کو رکھا ہے، جن کا ذکر کیا گیا، سورۂ بنی اسرائیل میں بھی پہلے اپنی عبادت کا ذکر فرمایا ہے پھر ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید کی ہو اس کے بعد فرمایا ہے وآت ذاالقربیٰ حقہ یعنی قرابتداروں کے حقوق ادا کرو۔ ان دونوں آیتوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ سب سے پہلے خدا کا حق ہے، پھر ماں باپ کا، پھر ذوی القربیٰ کا، گویا حقوق کے لحاظ سے ذوی القربیٰ کا تیسرا درجہ ہے۔

حدیثوں سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے اطمینان کی غرض سے میں کچھ حدیثیں بیان کرتا ہوں روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرتؐ سے پوچھا کہ ہم کو سب سے پہلے کس کے ساتھ کرنا چاہیے، آپؐ نے فرمایا سب سے پہلے اپنی ماں کے اوپر احسان کرو، اس نے کہا پھر، آپؐ نے فرمایا کہ ماں پر اس نے پھر یہی پوچھا اور آپؐ نے پھر یہی جواب دیا۔ چوتھی بار آپؐ نے فرمایا کہ باپ پر اس نے کہا پھر آپؐ نے فرمایا۔ الاقرب فالاقرب جو سب سے زیادہ رشتہ میں تم سے قریب ہو۔ (ترمذی)

ابوطلحہ انصاریؓ کا ایک باغ تھا، بیرحاء مسجد کے بالکل آمنے سامنے، اس باغ کا پانی نہایت شیریں تھا، ہمارے حضرت کبھی کبھی اس میں تشریف لیجاتے اور وہاں کا پانی نوش فرماتے، جب یہ حکم ہوا کہ جو چیز آدمی کو اچھی لگتی ہو، اس میں سے وہ خیرات کرے تو زیادہ ثواب ملتا ہے، یہ سن کر ابوطلحہؓ حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اپنے مال میں سب سے زیادہ مجھکو یہ باغ اچھا لگتا ہے، میں اس کو خیرات کرتا ہوں آپؐ جہاں مناسب سمجھیں، اس کو لگا دیں، آپؐ نے خوش ہو کر فرمایا، کہ یہ مال بہت فائدہ مند ہے، میں تمھارا مطلب سمجھا، مگر اس کو اپنے قرابتداروں کو دیدو، ابوطلحہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی جو مرضی ہو، مجھے اس میں کوئی عذر نہیں، آپؐ نے اس باغ کو ان کے رشتے ناطے والوں اور چچیرے بھائی بہنوں پر تقسیم فرما دیا (بخاری و مسلم)

بی بی میمونہؓ نے ایک لونڈی آزاد کردی، اور اس کی نوبت نہیں آئی کہ حضرتؐ سے اس کا ذکر کرتیں جب ان کی باری کا دن آیا اور حضرتؐ نے ان کے گھر کو اپنے قدم میمنت لزوم سے منور فرمایا تو بی بی میمونہؓ کو لونڈی کا آزاد کرنا یاد آیا، انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کردی آپؐ نے فرمایا کہ کیا آزاد کر چکیں؟ انھوں نے کہا جی ہاں! آپؐ نے فرمایا کہ تم اسے اپنے ننہال والوں کو دیتیں تو زیادہ ثواب ہوتا۔ (بخاری و مسلم)

ایک بار حضرتؐ نے عورتوں کو خیرات کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا۔ کہ اور کچھ نہ ہو تو زیور ہی کو خیرات کریں، زینب نے یہ حکم سن کر اپنے خاوند عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا، کہ تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو اگر کچھ حرج نہ ہو تو جو کچھ مجھے خیرات کرنا ہے، وہ میں تمھیں کو دیدوں، تم بھی تو محتاج ہو، عبداللہؓ نے کہا کہ خود تمھیں جا کر پوچھو، یہ مسجد نبوی کے دروازے پر حاضر ہوئیں، وہاں دیکھا تو ایک بی بی اور کھڑی تھیں، اور وہ بھی اسی ضرورت سے آئی تھیں، ہیبت کے مارے دونوں کو جرأت نہ پڑتی تھی کہ اندر جا کر خود حضرتؐ سے پوچھیں، بلالؓ نکلے، تو ان دونوں نے کہا کہ حضرت سے جا کر کہو کہ دو عورتیں کھڑی پوچھتی ہیں کہ ہم لوگ اپنے خاوندوں پر، اور ان یتیم بچوں پر جو ہماری گود میں ہوں، صدقہ کر سکتے ہیں، یا نہیں۔ بلالؓ سے چلتے چلتے یہ بھی کہہ دیا کہ تم یہ نہ کہنا کہ ہم کون ہیں بلالؓ نے جا کر عرض کیا، حضرتؐ نے فرمایا کون پوچھتا ہے؟ بلالؓ نے کہا کہ ایک قبیلۂ انصار کی بیوی ہیں اور ایک زینب! آپؐ نے فرمایا کون زینب؟ انھوں نے کہا عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی! آپؐ نے فرمایا کہہ دو کہ ان کو دوہرا ثواب ملے گا، قرابت کی پاسداری کا علیحدہ اور صدقہ کا علیحدہ (بخاری و مسلم) قربان جایئے ایسے رسول مقبول پر جس نے ہم کو وہ باتیں سکھائی ہیں جس سے ہماری دنیا بھی جنت ہے اور دین بھی سنورتا ہے بابی وامی یا رسول اللہ ؎

دل و جانم فدایت یا محمدؐ
سرمن خاک پایت یا محمدؐ

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

قرابت داروں کے حقوق:۔

میں نے بیان کیا ہے کہ ماں، باپ کے بعد قرابت داروں سے زیادہ کوئی اس بات کا مستحق نہیں ہے، کہ ان کے ساتھ سلوک کیا جائے، پڑوسیوں کے اور عام مسلمانوں کے، جس قدر حقوق ہیں، ان سے بالاتر ان لوگوں کے حقوق ہیں یا اگر پڑوسی بھی ہیں، اور مسلمان بھی، تو ان کے ساتھ سلوک کرنے میں چہار گونہ ثواب ملتا ہے، ورنہ دوگنہ سے کم تو کسی حالت میں نہیں۔

اب اُن کے حقوق ملاحظہ ہوں:۔

(۱) ان کے ساتھ محبت والفت کا برتاؤ کیا جائے (۲) معاملہ کیا جائے تو رعایت و مروت کے ساتھ (۳) کبھی کبھی ان کو تحفے بھیجے جائیں (۴) وہ تحفہ بھیجیں تو قبول کر لیا جائے۔ (۵) ان کی بیوی بچوں کی، اور ان کی عزت وناموس کی حفاظت کی جائے۔ (۶) وہ اگر محتاج ہوں تو گنجائش کے موافق ان کی خبر گیری کی جائے (۷) وہ اگر روزگار کے متلاشی ہوں اور ہو سکتا ہو تو ان کو روزگار دلانے میں کوشش کی جائے (۸) ان کے ساتھ سلوک کر کے احسان نہ جتایا جائے (۹) ان کے دکھ درد میں محبت وہمدردی سے شرکت کی جائے (۱۰) ان کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹایا جائے (۱۱) ان کو قرض کی ضرورت ہو اور ہم دے سکتے یا دلا سکتے ہوں تو ان کو قرض دیا جائے (۱۲) ان کے بزرگوں کو اپنا بزرگ اور انکے چھوٹوں کو اپنا چھوٹا سمجھا جائے (۱۳) کبھی کبھی ان کے گھر پر جا کر ان کی مزاج پرسی کیجائے (۱۴) وہ آئیں تو محبت وتعظیم سے ان کو لیا جائے (۱۵) ان کی عزت وناموس کو اپنی عزت وناموس، اور ان کی بے آبروئی کو اپنی بے آبروئی سمجھی جائے (۱۶) جس بات کو ہم اپنے لئے پسند نہ کرتے ہوں ان کے لئے بھی پسند نہ کریں۔ (۱۷) اگر اتفاقاً کچھ رنجش ہو جائے تو تین روز سے زیادہ کلام وسلام بند نہ کریں (۱۸) دو بھائیوں میں رنج ہو جائے تو ان کے آپس میں صلح کرا دیں (۱۹) ان سے اچانک کوئی بڑا کام ہو جائے تو ان کو رسوا نہ کریں (۲۰) وہ کسی بری عادت میں مبتلا ہوں تو نرمی اور خوش تدبیری سے اس عادت کے چھڑانے کی کوشش کریں (۲۱) وہ ہم سے پرخاش کرنے پر آمادہ ہوں تو ہم طرح دیں (۲۲) وہ برادرانہ تعلقات کو توڑنا چاہیں تو ہم اس سے باز رہیں (۲۳) وہ کسی قدر ہم کو تکلیف پہونچائیں تو ہم صبر کریں (۲۴) اگر کوئی جھگڑا پیش آجائے تو اس کو سہولت ونرمی سے طے کریں (۲۵) اگر تھوڑا سا نقصان بھی ہوتا ہو تو اس کو گوارا کریں مگر ان سے نہ بگاڑ کریں۔

علاوہ حقوق مذکورہ بالا کے، جو حقوق عام مسلمانوں کو حاصل ہیں، وہ ان کو بھی حاصل ہیں، مثال کے طور پر چند باتیں میں بیان کرتا ہوں ...

حالاتِ حاضرہ میں صبر واستقامت کا پیغام

مولانا عبدالرؤف جھنڈا نگری

کوئی قوم ظالموں کے ظلم وقتل سے نہیں مٹتی:۔

کوئی اقتدار اپنی ناپسندیدہ آبادی کو ختم کرنے کے لیے جو آخری صورت اختیار کر سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کی نسل کشی شروع کر دے، ہندوستان میں فرقہ پرست مجنونوں کا ایک طبقہ یہاں کی اقلیت کے لئے اسی انداز میں سوچ رہا ہے مگر ساری تاریخ بتاتی ہے کہ کوئی بھی اقتدار کسی بھی زمانہ میں اس طرح کی ایک اسکیم کو کامیاب نہ بنا سکا۔ فرعون بنی اسرائیل کی نسل کو ختم نہ کر سکا صلیبی محاربات والے بیت المقدس کے نشہ میں غرق رہ کر قتل عام کے باوجود مسلمانوں کی نسل کشی نہ کر سکے۔ اسی طرح تاتاری وحشی، مسلمانوں کو فنا کے گھاٹ نہ اتار سکے جس پر اقبال مرحوم نے کہا تھا۔ ؎

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے

یہ سب مٹانے والے خود مٹ گئے، البتہ وہ باقی رہ گئے جن کو وہ مٹانا چاہتے تھے۔ یہی ناکامی کا انجام ہندوستان کے فرقہ پرست مجنونوں کے لئے مقدر ہے۔ دنیا کی دوسری تمام مثالوں کی طرح یہاں بھی تاریخ اقلیت کے حق میں فیصلہ دیتی ہے۔ یہ انجام بہرحال ایک نہ ایک روز سامنے آنا ہے، فرق یہ ہے کہ اقلیت آج ہی اس کو جانتی ہے البتہ اکثریت اُسے اس وقت جانے گی جب اس کی ساری وحشیانہ تدبیر ناکام ہو چکی ہوں گی، قانون قدرت کے مطابق وہ جب ہلاکت وتباہی کے انجام سے دوچار ہوگی۔

ایک طعنہ مع قرآنی جواب:۔

قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ تم کو دوسری قوموں سے بہت سی باتیں سننی پڑیں گی اسی میں تمھاری آزمائش ہوگی جان ومال کا نقصان ہوگا تم صبر سے کام لینا چنانچہ ارشاد ہے۔

لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا وان تصبروا وتتقوا فان ذالک من عزم الامور (آل عمران - ۱۸۶)

البتہ تم آزمائے جاؤگے اپنے مالوں میں اور اپنی جانوں میں اور سنوگے تم بہت سی دل آزاری کی باتیں ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں اور اگر صبر کروگے اور پرہیزگاری کرتے رہوگے تو بیشک یہ ہمت کے کاموں میں سے تھے۔

ایسی گالیاں اور طعنے جس انسانی مزاج پر بم ہو جائے اور آدمی جھنجھلا جائے اس کا علاج صبر وتقویٰ ہے۔ لیکن صبر کے معنی جرأت وہمت استقلال وبہادری سے مضبوطی وحکمت عملی سے مصیبتوں کا مقابلہ کرنا ہے صرف جوتے کھانا گالیاں سننا ہرگز صبر کا معنی نہیں ہے۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے:۔

قال الملأ الذین استکبروا من قومہ لنخرجنک یاشعیب والذین آمنوا معک من قریتنا او لتعودن فی ملتنا قال اولو کنا کارھین ۰ (اعراف)

(ترجمہ) متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب ہم آپ کو اور جو آپ کے ساتھ ایمان لائے ——— ہیں سب کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں آجاؤ شعیب نے جواب دیا کہ ہم کیسے تمھارے مذہب میں آجائیں جب کہ ہم اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

شعیب نے اس ظلم پر احتجاج کیا اور خدا سے عرض کیا۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق انت خیر الفاتحین ۰ یعنی اے ہمارے رب فیصلہ کر دے ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان انصاف سے تو بہترین انصاف کرنے والا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ خدا نے پوری قوم کو ایک زلزلہ سے تباہ کر دیا۔ ارشاد ہے۔

فاخذتھم الرجفۃ فاصبحوا فی دارھم جاثمین (اعراف)

یعنی ان کو زلزلہ وبھونچال نے پکڑا وہ اپنے گھروں میں اوندھے رہ گئے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:۔

قال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا فاوحی الیھم ربھم لنھلکن الظالمین ۰ ولنسکننکم الارض من بعدھم ذالک لمن خاف مقامی وخاف وعید۔ (ابراہیم)

یعنی کافروں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ ہم تمھیں شہر بدر کر دیں گے۔ یہاں تک کہ تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی کیا کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔ اور ان کے بعد ان کو زمین میں ٹھہرائیں گے۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اور میرے عذاب سے خوف کھائے۔

آپ نے دیکھا؟ جس طرح کے طعنے آج ہمیں دیے جاتے ہیں ایسے ہی طعنے اگلی قوموں نے بھی دیا تھا خدا کا جو معاملہ اگلی قوموں کے ساتھ ان کے ظلم وستم کے سبب ہوا وہی آج بھی ہو سکتا ہے ایسے ظالموں کو خدا نے برباد کیا اور حق پسندوں کو ان کی جگہ پر قائم کیا وہی قانون آج بھی باقی ہے۔

یہ طعنہ کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے نکل جانا چاہیے یا پھر ہمارے کلچر اور دھرم کو قبول کر لیں اور اس میں مدغم اور ضم ہو جائیں۔ چند فرقہ پرست غیر مسلموں کا دلخراش طعنہ ہے لیکن جب ہماری حکومت تھی اور ہم نے اپنی ماتحت رعایا غیر مسلم اقوام سے نہ ایسی شرطیں لگائیں نہ ایسے طعنے دیئے بلکہ ہر طرح سے رواداری کا نرم دلی ورعایا پروری اور عدل وانصاف کا ثبوت دیا ہم نے دیگر اقوام کے ساتھ جو رواداریاں کی تھیں اس کی چند مثالیں دیکھئے۔ پہلی مثال نبی کریمؐ کے عہد مبارک کی ہے۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدمہ میں یہودی کو ڈگری دی مسلمان کے خلاف فیصلہ کیا، مشہور ہے کہ مسلمان حضرت عمرؓ کے پاس دوبارہ نظر ثانی وفیصلۂ ثانی کے لئے حاضر ہوا حضرت عمرؓ نے سارا معاملہ یہودی سے سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ بحال رکھا اور منافق مسلمان کی گردن تلوار سے اڑا دی اور فرمایا۔

ھذا قضاء من لم یرض بقضاء رسول اللّٰہ۔

یہی فیصلہ اس شخص کا ہے جو نبی کریمؐ کے فیصلہ کو نہ مانے اور تسلیم نہ کرے۔

دیکھو! غیر مسلم کے ساتھ عدل وانصاف، جو اُو مسلمان کے ساتھ ذرہ برابر بھی رعایت کی گنجائش نہیں کی گئی اور نہ پاسداری کی گئی۔

(۲) آج ہماری مسجدیں جلائی جاتی ہیں اور قرآن مجید اور منبر ومحراب کی بے حرمتی کیجاتی ہے لیکن جب حضرت عمرؓ بیت المقدس میں فاتحانہ داخل ہوئے تھے تو گرجا گھر میں نماز نہیں ادا کی بلکہ اس کے احاطہ سے باہر جا کر نماز ادا کی تاکہ آئندہ کوئی نزاع نہ پیدا ہو جائے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے خود فرمایا کہ اگر آج عمرؓ یہاں نماز ادا کرے گا تو بعد میں مسلمان کہیں گے۔ صلی ھھنا عمر۔ کہ عمر فاروقؓ نے یہاں نماز پڑھی۔ اس لئے وہ یہاں مسجد بنا لیں گے اور مسجد و گرجا کا اتصال موجب نزاع بن سکتا ہو اس لئے حضرت عمرؓ نے دور جا کر نماز ادا فرمائی۔

اس سے بڑھ کر حدود گرجا کا یہ احترام کیا کوئی ...

آپ کو تھوکنے کی ضرورت ہوئی تو آپ نے گرجا کی پوری سرزمین پر اپنا بلغم نہیں پھینکا بلکہ اپنے تھوک و بلغم کو اپنے رومال میں لے لیا۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ کسی نے کہا کہ اس مقام کا اس قدر احترام کیوں کرتے ہیں یہاں تو شرک ہوتا ہے، فرمایا۔

ویذکر اللہ احیانا وحدہ یعنی یہاں گاہے بگاہے اللہ تعالیٰ کا ذکر و ثنا بھی ہوتا ہے۔

(اصابہ لابن حجر)

بہر حال حضرت عمرؓ نے غیر اقوام کی عبادت گاہ کا مکمل احترام ملحوظ رکھا۔

۳۔ خلیفہ عبدالملک نے جامع بنی اُمیّہ بنانا چاہا تو مسجد کی توسیع کے لئے تھوڑی سی گرجا کی زمین بہ قیمت چاہی۔ لیکن نہ مل سکی آخر جب ولید خلیفہ ہوا تو اس نے بھی قیمت دے کر تھوڑی سی زمین گرجا والوں سے چاہی عیسائیوں نے کہا کہ ہم اس سرزمین کو ہم کسی طرح سے نہ دیں گے۔ اور جو کوئی جبراً اس زمین پر قبضہ کرے گا وہ دیوانہ ہو جائے گا۔ تو ولید نے زبردستی قبضہ کر لیا اس زمین کو بحق حکومت برائے مسجد ضبط کر لیا اور پہلا کدال بنیاد کھودنے کے لئے خود ولید نے چلایا اور مسجد میں شامل کر لیا۔ جب عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور آیا تو عیسائیوں نے شکایت کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حکم دیا کہ مسجد کا وہ حصہ گرا کر اپنے گرجا گھر میں شامل کر لیں مسلمانوں نے سنا تو کہا کہ۔ انہدم مسجد اذن فیہ و صلینا یعنی جس میں مسلمانوں نے اذان دی اور نماز پڑھی کیا ہم اس کو گرا دیں۔ لیکن مسلمانوں کے اس احتجاج پر عمر بن عبدالعزیزؒ نے ذرا بھی توجہ نہ دی۔ آخر کار مسلمانوں نے عیسائیوں کو راضی کیا اور قیمت دے کر صلحنامہ مرتب کیا تب یہ مسجد بچ سکی۔

(تاریخ ابن عساکر)

۴۔ خلیفہ بغداد ہارون رشید نے بنی تغلب کے عیسائیوں کو شرائط پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے قتل یا جلا وطن کرنا چاہا تو امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے کہا کہ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ عمرؓ نے عیسائیوں سے جن امور پر صلح کی تھی ان شرائط کو حضرت عمرؓ کے بعد ان لوگوں نے توڑ دیا تو ان کا قتل یا جلا وطنی ضروری ہے عہ

امام محمد بن حسن شیبانی نے کہا کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو ان شرائط کی خلاف ورزی کا علم تھا پھر بھی ان لوگوں نے بنی تغلب کے ان عیسائیوں کو گوارہ کیا تو آپ بھی گوارہ کریں آخر میں کہا قد کشفت لک العلم و دائیک اعلیٰ۔ یعنی مسئلہ میں نے واضح کر دیا ہے اب جو رائے عالی ہو۔ ہارون رشید نے امام محمد کے فتویٰ و جواب کو درست سمجھتے ہوئے اپنے فیصلہ کو واپس لے لیا اور کہا نجریہ علیٰ ما اجریٰ انشاء اللہ تعالیٰ۔ تاریخ خطیب بغدادی جلد دوم ص ۱۷۲

یعنی جس حالت کو خلفاء راشدین نے جاری کیا ہم بھی اس کو جاری و باقی رکھیں گے۔

۵۔ ایک دفعہ سلطان سلیم ترکی نے ارادہ کیا کہ غیر مسلم اقوام (یہودی و عیسائی) ترکی میں اسی وقت رہ سکتی ہے جب کہ وہ اسلام قبول کر لیں دربار میں اعلان کیا تو دربار کے ایک عالم دین جو مفتی کے منصب پر سرفراز تھے اور مفتی جمالی سے مشہور تھے۔ مفتی جمالی نے اٹھ کر جواب دیا کہ لایحل لک ذالک یعنی آپ کو از روئے اسلام اس کی اجازت نہیں ہے کہ آپ جبر و دباؤ سے کسی کو مسلمان کریں۔ ارشاد ہے لا اکراہ فی الدین سلطان کا عزم و ارادہ موم بن کر رہ گیا۔

(تعلیقات مقدمہ ابن خلدون از علامہ شکیب ارسلان)

مسجد اقصیٰ، دمشق بغداد، ترکی کے حالات آپ سن چکے اب ہندوستان کے تین مشہور بادشاہوں کے واقعات سنئے:۔

۶۔ ایک دفعہ سلطان جلال الدین خلجی نے یہ خیال کیا کہ ہندوؤں کی بت پرستی اور مشرکیہ رسوم کو روک دے۔ چنانچہ مورخ برنیؒ نے تاریخ فیروز شاہی میں نقل کیا ہے کہ سلطان جلال الدین نے درباری علماء سے فرمایا کہ "ہر روز ہندوان مندل زناں و بوق زناں در زیر کوشک می گذرند و در جمن می آیند و آشکار ابت پرستی می کنند و دار الملک با ہزار ناز و کرشمہ یا ثروت و نعمت زیند و تلذذہا و تنعمہا گزند۔

یعنی ہر روز ہندو سنکھ و جھانجھ بجاتے ہوئے میرے محل سے گذرتے ہیں اور جمنا میں آتے ہیں اور کھلم کھلا بت پرستی کرتے ہیں اور دار السلطنت ہزار ناز و نعمت سے محروم رہتی ہے اور لذت اور نعمتیں حاصل کرتے ہیں اب میں چاہتا ہوں کہ تمام مشرکیہ مراسم کو روک دوں۔

لیکن جب دربار کے علما حقانی نے اس کی تائید نہیں کی تو سلطان نے اپنے وسوسہ پر خاک ڈالتے ہوئے کہا۔ "خاک بر سر ما و بر سر پادشاہی و دین پناہی ما"

۷۔ اسی طرح تاریخ فرشتہ میں مورخ محمد بن قاسم صاحب نے نقل فرمایا ہے کہ ایک بار سلطان سکندر لودی نے تھانیسر کے اشنان گھاٹ کے متعلق یہ ارادہ ظاہر کیا کہ اس کو منہدم کرا دے کیوں کہ اس کے دورے

عہ آپ کا نام قاضی ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی کے مؤلف ہیں

کے موقعہ پر طرح طرح کے افعال بد کے ارتکاب کی شکایت کی گئی تھی پنڈتوں اور پنڈوؤں کی بے حیائی اور زناکاری و معاصی کا اڈہ بن بنا ہوا ہے اس لئے حکم دیا کہ اس کا انہدام ضروری ہے۔ چوں کہ نہان گھاٹ کے بند کر دینے سے وہاں کے ہندوؤں کے مذہبی رسوم پوجا پاٹ کا بھی خاتمہ ہو جاتا جو ان کے مذہبی معاملات میں مداخلت کی بات تھی اس لئے دربار کے ایک عالم دین مولانا عبداللہ صاحب تھانیسری اس جبر و ظلم کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے لئے یہ کسی طرح درست نہیں ہے۔ اس پر سکندر لودی جو بڑا مذہبی بادشاہ گذرا ہے غصہ آ گیا اور مولوی صاحب پر تلوار اٹھا دی۔

حالاں کہ سکندر لودی علماء دین کا بڑا دلدادہ اور بڑا قدر دان تھا ایک دفعہ سلطان سکندر اور ملک العلماء مولانا عبداللہ سلطان پوری سیر کر رہے تھے کہ ایک مست ہاتھی سامنے سے آتا ہوا نظر آیا۔ سکندر مولانا کے سامنے آ گیا کہ حملہ ہو تو مجھ پر ہو تاکہ مولانا بچ جائیں مولانا نے کہا کہ یہ تخت و تاج بادشاہ سے محروم ہو جائے گا۔ سکندر نے جواب دیا کہ تخت و تاج کو دوسرے بادشاہ مل جائیں گے لیکن سرزمین ہند کو عبداللہ سلطان پوری نہ پھر نہ ملیں گے۔

بہر حال دینی جذبہ سے سکندر لودی سرشار تھا اس نے درباری عالم پر غصہ ہو کر اور ہاتھ میں تلوار لے کر کہا اس کا نقشہ مورخ نے اسی طرح کھینچا ہے کہ دست بہ شمشیر کرد و گفت حمایت کفار می کنی؟"

مولانا نے بے خوف ہو کر جواب دیا کہ:

"آنچہ در شرع آمدہ است می گویم و راہ خلاف نمی گویم"

یعنی جو شریعت میں آیا ہے وہی کہہ رہا ہوں غلط بات نہیں کہتا ہوں۔

آج نہ وہ جلال الدین خلجی باقی ہے نہ سکندر لودی نہ ان کے زمانہ کے وہ علماء ہیں لیکن ہندوؤں کی مذہبی آزادی ان کے جمنا گھاٹ و پاٹ و تھانیسر کا نہان گھاٹ آج بھی موجود ہے۔

ہمارے ہندو دوستوں نے جب اقتدار و سلطنت کی باگ ڈور سنبھالی تو چاروں طرف ملک میں آگ لگی، کہرام مچا مسلمان قتل ہوئے۔ مساجد جلائی گئیں اور جب ہم سلطنت ہند پر قابض تھے تو اہل اسلام نے بڑی سرپرستی و حمایت کا فرض انجام دیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہم نے جب ہوش سنبھالا تو سنبھالا تم کو
تم نے جب ہوش سنبھالا تو سنبھلنے نہ دیا

۸۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے متعلق غلط کار مورخوں نے مشہور کر دیا کہ وہ بڑا مشہور متعصب بادشاہ گذرا ہے کہ اس نے ہندوؤں کے مندروں کو گرایا ہے۔ پنڈت سندر لال الہ آبادی رہنما گاندھی کے مشہور چیلے اپنی کتاب مہاتما گاندھی کی قربانی سے سبق نامی میں لکھتے ہیں۔

(بقیہ ص ۱۷ پر)

عہ ایک دفعہ ایک مجلس میں جس میں امام محمدؒ موجود تھے خلیفہ ہارون رشید بھی آ گیا۔ حضور کے احترام کھڑے ہو گئے مگر امام محمد کو دیتے بیٹھے رہے ایک ہو ... امام محمد سے خلیفہ ہارون رشید نے کہا کہ آپ میری آمد پر کھڑے کیوں نہیں ہوئے امام محمد نے جواب دیا کہ ... کرنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بھی ... کے لئے احترام کھڑے ہوں تو اس ... تیار رہنا چاہئے ہارون رشید ... ایک دن ... آپ کو قید کر دیا ... امام ابو یوسف کے بعد قاضی القضاۃ بنا۔ جب امام محمد مقام رے میں انتقال ہو گیا تو کہا آج میں نے فقہ کو ... دفن کر دیا اور مرثیہ میں دو تین شعر کہے ...

تاریخ ... امام صاحب ... الذہبی ص ۵۱

متوکل علی اللہ اور اس کا دور حکومت

ڈاکٹر سید طفیل احمد مدنی

خلافت عباسیہ میں متوکل کے دور کو کم و بیش وہی اہمیت اور امتیاز حاصل ہے جو اس کے عظیم پردادا خلیفہ منصور کے عہد کو حاصل تھا۔ تاریخیں شاہد ہیں کہ جس طرح منصور نے نہایت پامردی اور ہمت کے ساتھ اپنے وقت کے تمام فتنوں اور شورشوں کو مٹا کر خلافت عباسیہ کی جڑ مضبوط کی اسی طرح متوکل نے اپنے ملک و قوم اور رعایا کو ان فرقوں کے متشدد ہاتھوں سے نجات دلائی جو اس کے اسلاف کے وقت سے خلافت پر حاوی ہو گئے تھے۔ اور ملک کے امن و امان اور عوام کی خوشحالی کو ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ متوکل نے اپنے عہد میں ان فرقوں پر اس طرح پابندیاں عائد کر دیں کہ ملک کا امن اور رعایا کی خوشحالی واپس آ جائے۔

متوکل مسلکاً شافعی العقیدہ تھا اور اسے احیائے سنت اور شعائر دین کے فروغ کا کافی خیال تھا چنانچہ اعتزال کے فتنہ کو ختم کرنے کے بعد اس نے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نشر و اشاعت میں کافی دلچسپی لی، حتیٰ کہ دو حدیثوں کی روایت اس نے خود کی ہے اس کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے منسوب تمام چیزوں سے انتہائی عقیدت اور محبت تھی۔ وہ حضرات شیخین، ازواج مطہرات اور اپنے وقت کے صوفیہ کرام اور بزرگان عظام کی بھی بڑی تعظیم و تکریم کرتا تھا اس کے عقائد کی درستی ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ اس نے مرتد اسلام اور نبوت کے جھوٹے مدعی کو عبرت انگیز سزائیں دیں۔ حتی الامکان شرک اور بدعت کا قلع قمع کیا اور مقامات مقدسہ کی تزئین و آرائش کرائی۔

اپنی اسی مذہب پسندی اور وقت کے سیاسی اور ملکی مصالح کی اقتضاء پر خلیفہ ہوتے ہی اس نے اعتزال کا انسداد کیا۔ اول اس نے پہلے ہی سال یعنی ۲۳۲ھ میں خلق قرآن کے بارے میں جدل و مناظرہ کو ممنوع قرار دے دیا، اور اس سلسلہ میں جو لوگ پچھلے عہدوں سے قید تھے انھیں آزاد کر کے خلعتیں عطا کیں اس کے بعد ۲۳۴ھ میں اس نے "محنہ" کو شاہی فرمان کے ذریعہ تمام قلمرو میں بند کر دیا اور فقہا اور محدثین کو بلا کر بیش انعام و اکرام سے نوازا اور درس احادیث کے حلقے قائم کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر ۲۳۵ھ میں اس نے اعلانیہ اس عقیدے کو غلط اور ملحدانہ قرار دے کر اس کے خلاف اپنی شدید ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس کے حکم سے خلق قرآن کے متعلق گفتگو کرنے کی کل سلطنت میں سخت ممانعت کر دی گئی۔ نیز چند مشہور معتزلی بھی اس سلسلہ میں اس کے غضب کا شکار ہو گئے۔ تمام علمائے سلف اور اسلام دوست مورخین نے فتنۂ اعتزال کے انسداد اور احیائے سنت اور اشاعت احادیث کو متوکل کا سب سے بڑا کارنامہ قرار دیا ہے۔ نیز تمام مورخین اسلام نے اس سلسلے میں اس کی بڑی مدح و ستائش کی ہے لیکن مستشرقین متوکل کے اس اقدام کو بنظر استحسان نہیں دیکھتے، کیوں کہ ان کے لحاظ سے اعتزال کے ختم ہوتے ہی اسلام کے اندر آزادی رائے کی کوئی گنجائش نہ رہ گئی۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں پر ذہنی جمود اور ذہول طاری ہوتا گیا۔

متوکل نے اہل تشیع کے ساتھ بھی تشدد کا سلوک کیا اور ان کو نیز ان کے اکابرین کو ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور اسی لئے بعض مورخین نے اس کو عرب کا نیرو اور انتہائی ظالم لکھا ہے۔ اگرچہ ہم ان مورخین کی رائے سے کلی طور پر متفق نہیں ہیں کیوں کہ اس معاملہ میں اس کا قصور کم اور اس کی خاندانی عصبیت اور اس کے برے مشیروں کا قصور زیادہ تھا لیکن پھر بھی علویوں اور ان کے ماننے والوں کے خلاف اس نے جو کچھ بھی سختیاں کیں اس کو ہم کیا کسی نے بھی پسند نہیں کیا بلکہ اسی سبب لوگوں میں اس کے خلاف جوش و خروش پیدا ہو گیا تھا، اہل بغداد نے اُسے برا بھلا کہا اور شعراء نے اس کی ہجو میں نظمیں لکھیں۔

علویوں اور شیعوں کے خلاف اقدامات کرنے میں متوکل پہلا عباسی خلیفہ نہ تھا کہ ہم صرف اسی کو مورد الزام ٹھہرائیں، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آغاز خلافت عباسیہ ہی سے بنو عباس اور آل علیؓ کے درمیان حصول خلافت کے لئے کشمکش جاری تھی۔

اپنے اسلاف کے مانند متوکل بھی تشیع سے نفرت کرتا اور علویوں کے زور کو ختم کرنے کے لئے ان پر طرح طرح کی سختیاں کرتا رہتا تھا تاکہ وہ ابھرنے نہ پائیں۔ اسکے جذبات کو دیکھ کر اس کا دربار بھی ناصبیوں اور حضرت علیؓ سے نفرت اور بغض رکھنے والے لوگوں سے بھر گیا تھا اور یہ لوگ ہمیشہ اس کو علویوں کے خلاف بھڑکاتے اور زہر اگلتے رہتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں برے مشیروں کے کہنے سننے سے متوکل سے ایسی حرکتیں وقوع میں آ گئیں جو ایک صحیح العقیدہ مسلمان خلیفہ سے متوقع نہیں تھیں، مثلاً مزار حسینؓ کا انہدام، علیؓ کی بدگوئی اور ان کی تضحیک اور چند شیعوں مثلاً ابن سکیت وغیرہ کا قتل۔

متوکل سے قبل کے جن خلفاء کی مذہب اعتزال کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلہ میں کافی سرگرمیوں اور مصروفیت کے باعث ذمیوں سے متعلق قوانین پر سختی سے عمل نہ کیا جا سکا۔ لہٰذا ذمیوں بالخصوص عیسائیوں کی ریشہ دوانیاں تیز تر ہو گئیں اور وہ حکومت کے سیاسی معاملات میں مداخلت کی جرأت کرنے لگے۔ نیز حکومت اسلامیہ کے خلاف عدم وفاداری یا غداری کی حرکات بھی ان سے سرزد ہونے لگیں۔ مثال کے طور پر دور کے صوبوں میں جب کبھی ان کی قوت بڑھ جاتی اور ان کی جماعت زور پکڑ لیتی تھی تو وہ نہ صرف حکومت کے خلاف سرکشی پر آمادہ ہو جاتے اور دوسرے باغی گروہوں کی امداد کرتے بلکہ بعض اسلامی علاقوں پر بھی قبضہ کر لیتے تھے جیسا کہ خود متوکل کے عہد خلافت ۲۳۸ھ میں مصر کے بطریقوں نے کیا۔ اور جب خلیفہ نے ان کے مقابلہ کے لئے گورنر بھیجا تو موقع پا کر اس کو بھی مع اس کے ساتھیوں کو قتل کروا دیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے گرجاؤں اور کلیساؤں کو مسلمانوں کے خلاف سازش کے اڈے بنا رکھے تھے ان میں سے اکثر عیسائی مسلمانوں کے بھیس میں جاسوسی بھی کیا کرتے اور اپنے ہم مذہب عیسائی حکومتوں کو اس طرح خلافت اسلامیہ کے پوشیدہ راز فراہم کرتے تھے۔

اس صورت حال کو دیکھ کر متوکل نے ذمیوں کی طرف بھی توجہ کی اور اپنے ایک شاہی فرمان کے ذریعہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان امتیاز پیدا کرنے کے لئے قوانین نافذ کر کے تمام قلمرو اسلامیہ میں ان پر سختی سے عمل کرایا۔

منی آرڈر کے کوپن
پر
پتہ صاف اور خوشخط
تحریر کریں

محمد راشد (سابق لیبو لوڈ پیس)

(مسلسل)
(آخری)

صحرا کی آندھی

ہر طرف چاروں طرف سوائے گرمی اور تاریکی کے کچھ نہ تھا، لیکن اس گرم تاریکی میں میں نے ہوا کا ایک ٹھنڈا جھونکا محسوس کیا، مجھے ایسا لگا کہ ہوا پانی کے پاس درختوں کے پتوں کو ہلا رہی ہے اور یہ پانی دراصل وہ پرسکون نہر ہے جس کے کنارے سرسبز وشاداب ساحل ہے، اور نہر وہ ہے جو بچپن میں میرے مکان کے سامنے سے گزرتی تھی، میں نے دیکھا کہ میں اسی چشمے کے کنارے لیٹا ہوا ہوں، میں نو سال کا بچہ ہوں اور کچھ گھاس پھوس چبا رہا ہوں، اور خواب آلود معصوم نگاہوں کے ساتھ سامنے چرنے والی سفید گایوں کو دیکھ رہا ہوں، ایسی نگاہیں جس میں سکون اور طمانیت کی پاکیزگی اور بھولا پن ہے، دور کچھ کسان لڑکیاں کھیت میں کام کر رہی ہیں جس میں سے ایک لڑکی نیلی قمیص پہنے ہوئے ہے جس میں سرخ چوڑی دھاریاں ہیں اس کے سر پر ایک سرخ رومال بندھا ہوا ہے، چشمے کے کنارے صنوبر کے درخت لگے ہیں اور پانی کی سطح پر ایک سفید بطخ پانی کو چیرتی ہوئی تیر رہی ہے، ٹھنڈی ہوا کے جھونکے میرے چہرے پر کو لگ رہے ہیں، ان کے ساتھ کوئی مدھم نسوانی آواز بھی آ رہی ہے، یہ دافعی کیسی حسین فضا تھی۔ بڑی سفید گائے جس پر خاکی دھبے پڑے تھے۔ قریب آ کر وہ بڑی شفقت سے لمس کرنے لگی اور اب وہ نے تک اپنے پہلو میں اس کی ٹانگوں کی حرکت محسوس کر رہا تھا۔

میں نے بڑی کچھ کھسوئی اور اونٹ کی آواز میرے کان میں آئی، میں نے محسوس کیا کہ اس کی اگلی ٹانگیں میرے پہلو میں حرکت کر رہی ہیں، وہ اپنی پچھلی ٹانگوں سے کسی قدر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہا تھا اس نے اپنی گردن بلند کی اور اپنے نتھنے پھلانے لگا، جیسے دوپہر کی لو میں اس کو کسی خوشگوار خوشبو کا احساس ہوا ہو، اس نے دوبارہ بھنکارنا شروع کیا اور اس پر کچھ غیظ وغضب کی علامات طاری ہونے لگیں، اس کا بھاری بھرکم جسم زمین سے آدھا اٹھا ہوا تھا اور وہ اپنی گردن دائیں اور بائیں ہلا رہا تھا۔

مجھے اس سے پہلے تجربہ ہو گیا تھا کہ اونٹ اس انداز میں اسی وقت سر ہلاتا اور بھنکارتا ہے جب صحرا میں اس کو کہیں دور سے پانی کی خوشبو محسوس ہوتی ہے لیکن یہاں پانی کہاں، لیکن اس کا امکان ہر حال ضرور پیدا ہو گیا تھا میں نے اپنا سر اٹھایا اور اس طرف نگاہ دوڑائی جس طرف اونٹ کا رخ تھا، میری نگاہ ایک قریبی ریت کے ٹیلے پر پڑی وہ بے حس وحرکت سے خالی نظر آ رہا تھا لیکن وہیں مجھے ایک نغمہ کی آواز آئی جو کسی پرانے ستارے سے آ رہی ہو، یہ ایک بدو کی آواز معلوم ہو رہی تھی جو اپنے اونٹ کی چال پر کوئی نغمہ چھیڑے ہوئے تھا اسی ٹیلے کے پیچھے! جو مسافت کے اعتبار سے میرے قریب تھا لیکن میری حالت کے اعتبار سے بہت دور تھا۔

چونکہ مجھ میں اٹھنے کی سکت باقی نہیں رہ گئی تھی، اس لئے میں نے چیخنے کی کوشش کی، لیکن ایک بھدی سی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی، غیر ارادی طور پر میرا ہاتھ کو حرکت ہوئی اور وہ اونٹ کے سامان سے لٹکی ہوئی بندوق پر پڑی اور اپنی عقل کی آنکھ سے میں نے وہ پانچ کارتوس دیکھے جو اچھی حالت میں تھے۔

مجھے لینے میں کافی محنت کرنی پڑی، جب وہ میرے قبضہ میں آ گئی تو میں نے گھوڑا چڑھانا چاہا لیکن ایسا محسوس ہوا جیسے مجھے پہاڑ کھسکانا پڑ رہا ہے، آخر کار کسی طرح میں اس میں کامیاب ہو گیا۔ اور بندوق کے کندے کو زمین پر ٹکا کر گھوڑا دبا دیا۔ کچھ گولیاں ہوا میں سنسناتی ہوئی تیر گئیں اور فضا ایک باریک اور ہلکی آواز سے مرتعش ہو گئی میں نے دوسرا کارتوس بھرا اور گولی چلا دی اور اس کے بعد کان لگا کر اس کے ردعمل کا انتظار کرنے لگا، گانے کی آواز بند ہو گئی اور چند لمحات بالکل سکوت رہا اس کے بعد اسی ٹیلے کی پشت سے ایک آدمی کا سر ابھرا پھر اس کا بازو برآمد ہوا اس کے پہلو میں ایک اور آدمی نظر آ رہا تھا، ان دونوں نے تھوڑی دیر تک ہر طرف نظر دوڑائی پھر مڑ کر اپنے ساتھیوں کو پکارنے لگے جو میری نظروں سے اوجھل تھے، اور ایک آدمی میری طرف بڑھنے لگا۔

مجھے ایسا لگا کہ میرے چاروں طرف اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی ہے، وہ دو یا تین آدمی تھے، لیکن اس طویل تنہائی کے بعد میرے لئے گویا بھیڑ ہی تھی، میں نیم بیہوش تھا اور وہ مجھے اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے، پھر میں نے محسوس کیا کہ میرے ہونٹوں پر برف کی طرح ٹھنڈی اور آگ کی طرح جلنے والی کوئی چیز رکھی جا رہی ہے، مجھے ایک باریش بدو دکھائی دیا جو مجھ پر جھکا ہوا ایک بھیگا ہوا چیتھڑا میرے منہ میں نچوڑ رہا تھا اور اپنے دوسرے ہاتھ میں ایک کھلا ہوا مشکیزہ لئے تھا جس میں پانی تھا، غیر ارادی طور پر میرا منہ پانی کے لئے اٹھ گیا، لیکن بدو نے لاغت کے ساتھ میرے منہ کو پیچھے کھینچ ہٹا دیا، پھر اس چیتھڑے کو پانی میں ڈبو کر چند قطرات میرے حلق میں ٹپکائے، میں بہت مضبوطی سے اپنے دانتوں کو دبائے ہوئے تھا تاکہ کسی طرح جلانے والی یہ شے میرے حلق میں نہ پڑ سکے، لیکن اس بدو نے میرے دونوں دانتوں کو زبردستی ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے میرے منہ میں پانی کے چند قطرات ٹپکا ہی دیئے، یہ پانی نہیں تھا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ پگھلا ہوا سیسہ تھا جو زبردستی میرے حلق میں اتارا جا رہا تھا، آخر میرے ساتھ یہ سب کچھ کیوں کیا جا رہا ہے؟ میں نے ارادہ کیا اس عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لئے بھاگ کھڑا ہوں، لیکن ان "شیطانوں" نے زبردستی پکڑ کر مجھے پھر بٹھا دیا۔ میری کھال جل رہی تھی اور پورا جسم جھلس رہا تھا، کیا وہ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ آہ! کاش مجھ میں طاقت ہوتی اور میں اپنی بندوق سے اپنی مدافعت کر سکتا۔ لیکن وہ میرے اٹھنے کے بھی روادار نہ تھے، زبردستی انھوں نے مجھے زمین پر لٹا دیا اور پوری قوت سے میرا منہ کھول کر اس میں پانی کے چند قطرے ٹپکا دیئے، اور مجھے اسے نگلنا پڑا۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اب یہ قطرے میرے حلق کو جلا نہیں رہے تھے۔ جیسا چند لمحہ پیشتر محسوس ہو رہا تھا۔ میں اس بھیگے ہوئے کپڑے سے بہت آرام محسوس کر رہا تھا جو میری پیشانی پر رکھا تھا میرے جسم میں ایک سرور کی سی لہر پیدا ہو گئی۔ انھوں نے میرے اوپر پانی انڈیل دیا اور میرے سارے کپڑے تر ہو گئے۔

میں ایک گہری اتھاہ تاریکی میں ڈوب گیا، اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں گہرے اور تاریک کنوئیں میں گر رہا ہوں انتہائی تاریک اور سیاہ۔

گہری تاریکی..... ایک بے غل وغش اور نرم وگداز ظلمت، ایک پاکیزہ اور رحم دل ظلمت مجھے اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھی اور اپنے نرم گرم لحاف میں مجھے لپیٹے تھی، میرا دل چاہا کہ میں ہمیشہ اسی حالت میں رہوں، تھکا ہوا، نیم خوابیدہ، پرسکون، حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی کہ میں خواہ مخواہ اپنی آنکھیں کھولوں یا اپنے بازوؤں کو حرکت دوں لیکن اس کے باوجود میں نے اپنی آنکھیں اور اپنے بازوں کو جنبش دی لیکن مجھے سوائے تاریکی کے اور کچھ نظر نہ آیا، اس بدو کے سیاہ خیمہ کی تاریکی جس میں ایک جگہ اتنا سوراخ تھا کہ اس سے آسمان کا تھوڑا حصہ ستاروں سے مرصع نظر آ رہا تھا اور ساتھ ہی ریگستانی ٹیلوں کی ایک غمزدہ پگڈنڈی بھی!

اسی روشندان یا سوراخ سے مجھے ایک آدمی کا

باقی صفحہ ۱۷ پر

"جنس اور سیاست"

تحریر: نجیبہ عبیدوبہ
ترجمہ: عبدالحیا ندوی

اسرائیل کی وہ اہم فائل جو اخلاقی فساد کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے!

یہودی اقوام عالم پر غلبہ حاصل کرنے اور لوگوں کو اپنے قابو میں لانے کے لئے جنس کو بطور وسیلہ اور ذریعہ کے ہمیشہ استعمال کرتے آئے ہیں، ان کے نزدیک بادشاہوں امراء اور حکام کے قلوب کو مسخر کرنے کا بہترین حربہ اور کامیاب ترین راستہ ہے، انھوں نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے ہر طریقہ اپنایا، حتیٰ کہ اپنی خوبصورت لڑکیوں تک کو استعمال کرنے میں دریغ نہیں کیا۔

تاریخ کے صفحات ہمیں بتاتے ہیں کہ یہودی زعماء نے بابلی قید وبند کے بعد الیسٹر نامی ایک خوبصورت یہودی عورت کے ذریعہ فارس کے بادشاہ کو فریب میں ڈالنے کی سعی پیہم کی تاکہ شہنشاہ یہودی قیدیوں کو دوبارہ یروشلم واپس کرنے پر تیار ہو جائے، چنانچہ وہ بادشاہ کو اپنی محبت کے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتی رہی اور ایک دن ایسا آیا جب اس نے دکھا دیا کہ وہ بادشاہ کی ملکہ ہے۔ حالانکہ یہ وہی عورت تھی جس نے تقریباً دو لاکھ اہل فارس کو بادشاہ کی آنکھوں کے سامنے قتل کروایا تھا۔ آج بھی یہودی ہر سال ۱۴ مارچ کو اس کی یادگار میں اپنا قومی جشن مناتے ہیں۔

یہودیوں کو اس پالیسی کے عظیم فوائد کا پورا احساس ہے، تالمود میں مذکور ہے "اس مقصد کی تکمیل کے لئے ہمیں چاہئے کہ اپنی خوبصورت لڑکیوں کو بادشاہوں، امراء اور ذمہ داران حکومت کی خدمت میں پیش کریں اور موقع پا کر ان سے ان کی شادیاں کرا دیں۔ اپنے لڑکوں کو مختلف مذاہب میں گھسنے کا موقع دیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہمارا اثر پھیل جائے گا پھر ہم ان کے درمیان فتنہ وفساد اور اختلاف وافتراق کے بیج بوئیں گے جب وہ آپس میں ٹکرانے لگیں گے تو ہمارا رعب ودبدبہ ان پر قائم ہو جائے گا۔ ہیبت ووحشت ان کے دلوں میں سرایت کر جائے گی اور پھر اس سے پورا فائدہ اٹھا سکیں گے۔

یہودیوں نے اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اس گندے سرچشمہ فساد اور یہودی طرز زندگی کا انتخاب کیا، انھوں نے فطرت بشری کو قابو میں لانے کے لئے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ اعلیٰ اقدار اور اخلاق کو نیست ونابود کر کے دلوں میں عادات قبیحہ اور اخلاق فاسدہ کے بیج ڈالے۔ اس لئے کہ خاندان وسوسائٹی کی تشکیل اور آپس کے روابط وتعلقات کا ذریعہ یہی اعلیٰ قدریں ہیں؟

یہودیت کا نصب العین اور مقصد اولین یہ ہے کہ عورت کو گھر سے نکال کر بے پردگی، بے حیائی، بے غیرتی اور اخلاق فاسدہ کی تعلیم سے اس کے ذہن ودماغ کو مفلوج بنا دے کیوں کہ اس مقصد کی تکمیل کے بعد مردوں اور عورتوں کو یکساں طور پر بداخلاقیوں میں ڈالنا آسان ہوگا۔ ان کا ایک حاخام کہتا ہے "ہمارا فرض ہے کہ عورت سے نفع اٹھائیں کیوں کہ جس دن وہ ہماری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گی تو اس سے حرام اور خواہش کے راستے کھلیں گے اور دین کا لشکر پسپا ہو جائے گا۔"

یہودیوں نے جس طرح فطرت بشری کو بدلنے کے لئے فلموں، گانوں مخلوط محفلوں نیز عریاں مجرا اور اخبارات کو بطور ہتھیار کے استعمال کیا اسی طرح انھوں نے اس کا بھی عملی ثبوت پیش کیا کہ جنس کی باقاعدہ تجارت کی جا سکتی ہے اور اسے سیاست کے لئے بہت خوبی اور مہارت کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۱۸۹۶ء میں "پراگ" میں حاخام "ریکورن" نے یہودیوں کے چیدہ لوگوں کی ایک خفیہ کمیٹی میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ "یقیناً ہماری قوم قدامت پسند اور مذہب پرست ہے لیکن پھر بھی اسے غیر یہودی ماحول اور سوسائٹی میں انتشار وخلفشار برپا کرتے رہنا چاہئے تاکہ کفر وفساد عام اور قوموں کے آپس کے تعلقات کمزور پڑ جائیں۔ کیوں کہ یہ باہمی روابط قوموں کی قوت وطاقت کا اہم ترین عنصر ہیں۔ جب ہم اس مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے تو ہمارے لئے دوسری قوموں پر غلبہ حاصل کرنا ممکن ہوگا اور ہم جس طرف چاہیں گے ان کا رخ آسانی کے ساتھ پھیر دیں گے۔"

جب یہودیوں کی سعی وکوشش صیہونی تحریک کی شکل میں منظر عام پر سامنے آئی تو ۱۸۹۷ء میں "بال" کی مجلس شوریٰ میں "پروٹوکولات حکماء صیہون" مرتب کی گئی۔ اس میں بہت سے ایسے وسائل ذکر کئے گئے ہیں جو عنقریب یہ لوگ عالم پر غلبہ حاصل کرنے اور حصول مقاصد کے لئے استعمال کرنے والے ہیں۔

لیکن ان میں سے جنس ایک موثر حربہ تھا جس کو انھوں نے ہر اس شخص پر استعمال کیا جس سے اہم معلومات حاصل کرنے کی توقع تھی یا وہ اس کی ہمدردی اور امداد کے ضرورت مند تھے۔

جب صیہونیت کی نظر فلسطین پر پڑی تو فلسطینیوں کو ان کے دین وافکار سے دور کرنے اور انفرادی و اجتماعی اور خاندانی تعلقات میں انتشار وخلفشار برپا کرنے کے لئے سب سے پہلا ذریعہ جنس ہی کو بنایا اور فلسطینی نوجوانوں کو اپنی طرف راغب کرنے اور ان کو دینی عقائد اور دینی ماحول کی گرفت سے آزاد کرنے کے لئے یوروپین یہودی عورتوں کی کثیر تعداد فراہم کی، اس وقت صیہونی تحریک کی دسویں مجلس شوریٰ نے ایک قرارداد پاس کی تھی جس کا ایک مختصر حصہ آپ کے سامنے ہے: "یہودیت اور وطن پرستی کی راہ میں نوجوان لڑکیوں کو قربان کر دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے کیوں کہ یہ قربانی عظیم نتائج کی ضامن ہے، خاص طور پر اس وقت جب ہم ایسی قوموں کے ساتھ ایسا کر رہے ہیں جو ہر شئے کے مقابلہ میں لڑکیوں کو ترجیح دیتی ہے، ان کے سامنے سرنگوں ہو جاتی اور ان پر پروانہ وار گرتی ہے۔"

حکومت اسرائیل کے قیام کے بعد یہودیوں نے جنس کو عربوں کے خلاف استعمال کرنا شروع کیا، وہ یہودی دوشیزاؤں کو اس بات پر مامور کرتے کہ عرب لیڈروں اور اہم عرب شخصیات سے براہ راست تعلقات پیدا کر کے انھیں اپنی محبت کے جال میں پھنسائیں جب کوئی حسینہ اپنی اس مہم میں کامیاب ہو جاتی تو اگلا قدم اس سے اہم معلومات حاصل کرنے کے لئے اٹھاتی اور اگر عشق ومحبت سے کام نہ چلتا تو مناسب طریقے سے زدوکوب کر کے ان پر قابو حاصل کرتی لیکن اگر اچھی طرح یہ بات بھی ادا نہیں کرپاتی تو غیر اقدام یہ اٹھاتی کہ اپنے اس مصنوعی محبوب کے کسی عضو کو زخمی کر دیتی پھر اسے اور زیادہ رنج وغم کا اظہار کرتی ہوئی بہت جلد اپنے تھیلے سے دوا کی ایک شیشی نکال کر لاتی تاکہ اس کا زخم مندمل کر دے لیکن درحقیقت یہ دوا کی شیشی نہیں ہوتی بلکہ اس میں اذیت رساں جنسی جراثیم بھرے ہوتے ہیں جو ختم ہونے کو نہیں آتے جبکہ ذات یہ متعدی جراثیم ایک فرد کے پورے خاندان اور نسل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

اسرائیل کے وزیر دست... نے ... "حادثہ ہے" کو برطانیہ میں قائم ہونے والی ... کی ایک کمیٹی میں مدعو کیا اس نے ایک اسرائیلی نوجوان کو اپنی محبت کے پھندے میں گرفتار کیا اور شادی کا جھانسہ دے کر اس کے ساتھ تل ابیب میں آ کر کتاب لکھوائی اور پریس میں "جنس اور سیاست" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی اس میں اس نے لکھا ہے کہ اس کا شوہر

(باقی صفحہ ...)

خلدِ نظارہ

از زائرِ حرم حمید صدیقی لکھنوی

جو خُم کے خُم پی کے بھی نہ بہکے حرم میں مدہوش ہو رہے ہیں
یہاں ہیں کیفیتیں ہی ایسی، کہ خود فراموش ہو رہے ہیں

تجلیِ حسنِ تُو بتُو سے کچھ ایسے مدہوش ہو رہے ہیں
کہ رنگ و بُو کے تمام جلوے نظر سے رُوپوش ہو رہے ہیں

یہ نکہتِ روضۂ پیمبرؐ، فضا معطّر ہوا معنبر
ہمارا اب پُوچھنا ہی کیا ہے چمن در آغوش ہو رہے ہیں

خوشا در و بام کے مناظر، زہے درود و سلامِ پیہم
یہ خُلدِ نظارہ بن رہے ہیں وہ جنتِ گوش ہو رہے ہیں

قدم قدم پر ظہورِ تازہ، نفس نفس میں سرورِ تازہ
نظر نظر میں وہ نورِ تازہ، کہ مست و مدہوش ہو رہے ہیں

قبول سب ہو گئیں دعائیں، معاف سب ہو گئیں خطائیں
سحابِ رحمت برس رہا ہے، کرم ہم آغوش ہو رہے ہیں

زبان و دل احترام کر لیں، درود پڑھ لیں سلام کر لیں
کچھ التجائیں بھی ہم کریں گے، ابھی تو خاموش ہو رہے ہیں

یہ کیف و وجدانِ غیر فانی، کہ روح ہے محوِ ہمکلامی
یہ پردہ ساز دل کے نغمے، جو محرمِ گوش ہو رہے ہیں

اٹھے ہوئے ہیں تمام پردے، مگر خدا جانے بات کیا ہو
ابھی نگاہوں کے سامنے تھے، ابھی وہ روپوش ہو رہے ہیں

یہ قبۂ نور کے نظارے، یہ رنگت و نکہت یہ چاند تارے
حمید یہ حال ہے ہمارا کہ جیسے بیہوش ہو رہے ہیں

نعت

(دلِ ایوبی ٹونکی)

تمہیں وجہِ تخلیقِ کون و مکاں ہو تمہیں پر ہے، دار و مدارِ دوعالم
تمہاری ہی رحمت کی ہر ہیں منت، چمن بندی لالہ زارِ دوعالم

یہ غنچوں کی نزہت، یہ پھولوں کی رنگت، یہ شانِ نزاکت، یہ حسنِ لطافت
یہ سب گل کھلے ہیں تمہاری بدولت، کہ ہو تم ہی جانِ بہارِ دوعالم

گھٹا زورِ باطل، مٹی بت پرستی، ہوئی حق پرستوں سے آباد بستی
خدا نے مکمل کیا نظمِ ہستی، تمہیں بخش کر اعتبارِ دوعالم

بھرا نور سے ظلمتِ شب کا داماں، کیا مطلعِ صبح نو کو درخشاں
ہو تم ہی فروغِ دو گیتی کا عنواں تمہیں سے ہے یہ جلوہ زارِ دو عالم

شہِ انبیاء عرش کے مسند آرا، سراپا ہدایت سراجِ منیرا
دوعالم میں بجتا ہے ڈنکا تمہارا، تمہیں ہو تمہیں تاجدارِ دوعالم

تمہارے مقاماتِ عالی کا ہمسر، نہ کوئی فرشتہ نہ کوئی پیمبر
شرف ہے تمہیں جن و انس و ملک پر ہو تم نازشِ و افتخارِ دوعالم

گناہوں کا میرے نہیں کچھ ٹھکانہ، مگر دل پشیماں ہے حد سے زیادہ
سرِ حشر رکھ لے محمدؐ کے صدقے، مری لاج پروردگارِ دوعالم

زمیں میں گھاس اُگی ہے تو اس میں پھول کھلتے ہیں
محمدؐ اس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے چلتے ہیں
حفیظ جالندھری

ملت کے نوجوانوں سے

اس وقت عالم اسلام میں خاصی تعداد میں ایسے مسلمان موجود ہیں (اور غالباً کوئی ملک اور کوئی شہر ان سے خالی نہیں ہے۔) جو اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے ملت اسلامی اور انسانیت کی بہت بڑی خدمت انجام دے سکتے ہیں .... اور اس میں خدا کی مدد سے نیا ایمان، نیا ولولہ اور نیا جذبۂ عمل پیدا کر سکتے ہیں، لیکن مناسب احول اور متعین راہِ عمل اور کوئی ایسا رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کو دریافت کر سکے، ان کو ایک رشتہ میں منسلک کر سکے، انھیں ابھار سکے اور ان سے کام لے سکے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کو اتنا فائدہ نہیں پہونچا رہے ہیں، جس کی ان سے بجا طور پر توقع تھی۔

بہت سے ایسے نوجوان ہیں جو اپنے اپنے دائرہ میں دین کی مفید خدمت کر رہے ہیں، لیکن ان کو رفتار اور ساتھی میسر نہیں۔

اس کے علاوہ ایک بہت بڑا طبقہ وہ ہے جو نہ ملت کے لئے اتنا دردمند ہے اور نہ اسلامی تہذیب و ثقافت کے احیاء کے لئے اتنا بے چین ہے۔ اور نہ اسلامی نظام فکر اور نظام حیات سے کما حقہٗ واقف ہے، لیکن اس کے دل کی چنگاری ابھی بالکل سرد نہیں ہوئی ہے۔ وہ صرف اس کا منتظر ہے کہ کوئی اسے چھیڑ دے اور اس کی اس صلاحیت، اور قوت عمل کو جو اس کے اندر خوابیدہ یا پوشیدہ ہے بیدار اور ظاہر کر دے۔

ان تینوں طبقوں کے علاوہ مسلمانوں میں ایک بہت بڑا طبقہ اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ اب دنیا خدا کے نیک بندوں سے خالی ہو چکی ہے اور اگر دین کے لئے کوئی کوشش کسی درجہ میں ہو رہی ہے تو شاید خود اس کے ملک میں ہو رہی ہے۔ دنیا کے اور حصے اس سے محروم ہیں، یا یہ سعادت ان کے حصے میں کم آئی ہے۔ اس غلط خیال کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اس پرشور ہنگامہ خیز اور مادہ پرست دنیا میں تنہا اور بے دست و پا محسوس کر رہے ہیں۔ اور ان کے تحت الشعور میں مایوسی کی ایک خطرناک کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ کوئی کام بھی عزم و یقین، اعتماد و حوصلہ اور ہمت و نشاط کے ساتھ نہیں کر سکتے حالانکہ یہ کیفیت صرف ان کی ناواقفیت اور رابطۂ اسلامی کے فقدان کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ان کی پوری زندگی معذرت کی زندگی بن گئی ہے۔ اپنے اقوال و اعمال، افکار و خیالات اور حرکات و سکنات ہر چیز میں وہ موجودہ تہذیب سے معذرت خواہ نظر آتے ہیں۔ کبھی ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب ان کے اندر اعتماد خودداری اور حوصلہ کی لہر اٹھتی ہے، لیکن موجودہ تہذیب کے تیز و تند دھارے جس میں وہ زندگی گذار رہے ہیں جلد ہی اس لہر کو ختم کر دیتے ہیں۔

انھیں اسلام کی برتری اور صداقت پر وہ اعتماد اور یقین حاصل نہیں جس میں ان تیز دھاروں کا مقابلہ کرنے بلکہ ان کا رخ موڑنے کی طاقت ہے۔ ان حقائق اور محرکات اور مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تقریر نے اس جذبہ کو تقویت پہونچائی اور مسلم نوجوانوں کے ایک منتخب جلسہ میں لکھنؤ میں مسلم یوتھ کونسل کا قیام عمل میں آیا۔ اور انھیں حقائق و محرکات کی روشنی میں کونسل کے مقاصد اور پروگرام متعین کئے گئے ہیں۔

مختصراً ہمارا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ایسے تمام ممکن ذرائع اختیار کئے جائیں جن سے ہمارا وہ طبقہ جو زبردست صلاحیتوں کا مالک ہونے اور دینی حمیت اور دینی جذبہ رکھنے کے باوجود اسلام کی کوئی بڑی قابل ذکر خدمت نہیں کر پا رہا ہے اپنے سامنے ایسا مناسب احول یا راہِ عمل پا سکے جہاں ان کی ان صلاحیتوں کا مکمل اور صحیح طریقہ پر اظہار ہو اور وہ دین کے کام آ سکیں اور انسانیت کی خدمت کر سکیں۔

وہ مسلم نوجوان جو اسلامی فکر و ثقافت کے احیاء کے لئے جد و جہد کر رہے ہیں اور آخر دم تک اس کا عزم رکھتے ہیں ان کو اس اسلامی رابطہ اور دعوتی اتحاد کی بدولت ساتھی اور ہم سفر میسر آئیں جو ان کی تقویت کا باعث ہوں اور ان کے حوصلہ و نشاط میں اضافہ کریں۔

دستور العمل مسلم یوتھ کونسل اتر پردیش

نام۔ انجمن کا نام "مسلم یوتھ کونسل" ہوگا۔

مقصد:۔ مسلمانوں کے درمیان دینی اور ثقافتی روابط کو مضبوط بنانا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں صحیح اسلامی شعور پیدا کرنا۔ اسلام پر ان کے اعتماد کو مستحکم کرنا اور ان کو ایک رشتہ میں منسلک کرنا۔

قواعد و ضوابط

۱۔ عام ارکان، یہ وہ حضرات ہوں گے جو ۔۔۔ سالانہ فیس ممبری ادا کریں گے۔

۲۔ صدر۔ کونسل کی سرپرستی کے لئے مشورہ سے کسی ایسی شخصیت کا انتخاب کر لیا جائے گا جو کونسل کے مقاصد سے اتفاق رکھتا ہو اور باوقار اور سنجیدہ ہو۔

۳۔ کونسل کا سکریٹری ۶ مہینے کے لئے کاموں کی انجام دہی کا ذمہ دار ہوگا۔ ہر چھ مہینے کے بعد ممبران اس کی مدت میں توسیع کر دیں گے یا نئے سکریٹری کا انتخاب کریں گے۔

۴۔ کونسل کا کم از کم ایک جوائنٹ سکریٹری ہوگا جو مرکزی دفتر کی ذمہ داریوں میں سکریٹری کا شریک کار ہوگا۔ اس کی مدت کارکردگی چھ مہینے ہوگی۔

۵۔ کونسل کا ایک خازن ہوگا جو انجمن کی تمام رقومات کی تحویل اور حساب کا ذمہ دار ہوگا۔ اس کی مدت ایک سال ہوگی۔

۶۔ کونسل کی ایک مجلس عاملہ ہوگی جو ارکان کونسل میں سے نامزد کی جائے گی۔ مجلس عاملہ کے ممبران کی تعداد ۱۵ ہوگی۔

۷۔ مجلس عاملہ کے جلسہ کا کورم ایک تہائی ممبران سے پورا ہوگا۔

مسلم یوتھ کونسل کے مقاصد

۱۔ یونیورسٹیوں کالجوں اور تعلیم گاہوں کے طلبہ کے درمیان باہمی ارتباط کے لئے جو ذرائع مفید ہوں گے ان کو استعمال کرنا۔

۲۔ یونیورسٹی یا پبلک مقامات میں وقت کے مسائل پر ممتاز فضلاء اور اہل فکر کے لیکچروں یا سیمنار کا انتظام۔

۳۔ ممبران کے درمیان ثقافتی اور دعوتی میدانوں میں باہمی تعاون اور اخوت کو مستحکم کرنے کے لئے ان کے درمیان قلمی دوستی، ملاقاتیں، مشترکہ سفروں اور اس قسم کی دوسری چیزوں کی حوصلہ افزائی۔

۴۔ رفاہ عام مثلاً شفاخانے، امدادی کیمپ، اکاؤنٹنگ اور باہمی امداد کی کاموں کی حوصلہ افزائی۔

شاخوں کا پروگرام

۱۔ ہر شہر میں کم از کم کونسل کے دس ممبر ہوں گے۔ کونسل کی شاخ قائم کی جائے گی۔ شہری شاخ کے عہدہ داران کا انتخاب مقامی ارکان کریں گے۔

۲۔ ہر شاخ ایک منتخب علمی اور ثقافتی لائبریری قائم کرے گی۔ کتابوں کے انتخاب میں وہ مرکز سے اصولی رہنمائی حاصل کرے گی۔ نیز تعلیم یافتہ طبقہ میں ان کتابوں کی اشاعت و تعارف کا انتظام کرے گی۔ ہر ممبر کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ ہر مہینہ کسی کتاب کے ۵۰ صفحات ضرور پڑھے اور اس کی اطلاع دے۔

۳۔ ہر شاخ کم از کم ہر تین ماہ کے بعد کسی اہم اسلامی موضوع پر مجلس مذاکرہ (سمپوزیم) کا انتظام کرے گی۔

۴۔ اسلامی موضوعات پر مقالہ نگاری کے انعامی مقابلوں کا انتظام۔ یہ مقابلے سال میں کم از کم ایک بار ہوں گے۔

۵۔ مختلف مفید موضوعات پر ممتاز اہل فکر کے لیکچروں کا انتظام مثلاً مسلمانوں کا سماجی جائزہ، لسانی جائزہ سیاسی اور معاشی جائزہ وغیرہ۔

۶۔ چھٹیوں کے موقع پر ایسے بیرونی پروگرام جن میں

(باقی صفحہ [illegible])

دعائے مضطر

مولانا سید ابوالخیر برقؔ مرحوم

(مولانا سید ابوالخیر حسنی برقؔ رائے بریلوی (المتوفی ۲ جون [illegible]ء) نامور حدیث کے عالم و حافظ ہونے کے علاوہ اردو ادب میں بھی ایک مخصوص اسلوب کے مالک تھے۔ ان کی مندرجہ ذیل "دعا" سے قارئین کو ان کی فنی لطافتوں اور ادبی باریکیوں کا خود اندازہ ہوگا، جو ان کی نظم و نثر کی نمایاں خصوصیت ہے۔ حدیث میں ان کی غیر مطبوعہ کتاب "حل مشکلات الحدیث (دو جلدوں میں)" اور اردو ادب میں "گردش روزگار" اور "روزمرہ" ان کی علمی یادگار ہیں۔ اس کے علاوہ انشاء و لغت اور تاریخ و ادب میں متعدد کتابیں اور رسائل ہیں جو سب غیر مطبوعہ ہیں)

خفا ہو نہ یارب بہت ہو کے مجبور
جو کہہ جائے روداد غم قلب رنجور
ترے علم سے کوئی شے کچھ نہیں دور
مگر کیجئے کیا جہاں کا ہے دستور
ندامت سے بھی ہیں پسینے پسینے
نہ پوچھا مگر حال یارب کسی نے

ترے ہاتھ میں سلسبیل اور کوثر
فرات اور جیجوں پہاڑ اور سمندر
چمن اور صحرا گہر اور گلِ تر
حکومت تری آسماں پر زمیں پر
مجھے ضبط کرنے میں راحت نہیں ہے
حکایت ہے مالک شکایت نہیں ہے

ترے فضل سے دور ہوتے ہیں آزار
سکوں یاد میں تیری پاتا ہے بیمار
گلستاں کی تقدیر ہوتی ہے بیدار
عناصر جہاں کے ترے حکم بردار
ہوا تیرے بس میں سحاب اور شبنم
کنویں اور تالاب جھیل اور زمزم

بسیرا ہے چپ بےخبر اہل منزل
سکوں موج دریا میں خاموش ساحل
ہوئی شام اٹھتا نہیں در سے سائل
ترے پاس لایا ہے ٹوٹا ہوا دل
سنا ہے نوید بہار آ رہی ہے
ہوا صحن گلشن میں اٹھلا رہی ہے

کفِ دستِ میدان اور ایک ہستی
کڑی دھوپ ہے آگ سی ہے برستی
نہ پانی نہ سایہ نہ دریا نہ بستی
کلیجے میں اک آگ ہمت میں پستی
حکیم جہاں آفریں چارۂ درد
ہوا جاتا ہے میرا جینے سے دل سرد

چمکتی ہے بجلی گرجتا ہے بادل
گھٹا ٹوپ اندھیرا ڈراتا ہے جنگل
نہ تاروں کی بستی نہ شمعیں نہ مشعل
صدائیں مہیب اور حوادث مسلسل
ہوا تیز ہے، تیز ہے دل کی دھڑکن
شب تار ہے کالے کوسوں کا ہے بن

ترے قبضہ میں طالع خاوری ہے
جہاں پر سدا سے کرم گستری ہے
زمانہ میں تیری ہی جلوہ گری ہے
ہر اک شے پہ یارب تجھے برتری ہے
کرم اب میرے مالک مری دستگیری
تری ہی ریاست تری ہی امیری

قیامت کی سردی غضب ناتوانی
خنک بادِ صحرا خنک تر ہے پانی
حفاظت کا ساماں نہ وہ زندگانی
نہ اب خوابِ نوشیں نہ شام جوانی
نہ برگشتہ ہو رحمتِ آسمانی
سنے گا تو پھر کون میری کہانی

ہے بھیگی ہوئی رات پچھلا پہر ہے
مہِ چاردہ شب چراغ سحر ہے
ستاروں کی بھی انجمن ختم پر ہے
خموشی کے عالم میں ہر دشت و در ہے
ہوا اس پہر کی بڑی روح پرور
مریضوں کو بھی نیند آتی ہے اکثر

زمانے سے میں ایک آفت رسیدہ
سرشک غم آنکھوں میں دل ہے طپیدہ
ولیکن مثالِ گلِ نو دمیدہ
لبوں پر تبسم گریباں دریدہ
یونہی رات ساری بسر ہو گئی ہے
نہیں آنکھ جھپکی سحر ہو گئی ہے

اندھیرے میں خورشید کو آب حیواں
رفو نور سے چاند کا چاکِ داماں
فلک پر کواکب زمیں پر گلستاں
زمانے میں شاداب اکثر بیاباں
مرے بختِ خوابیدہ کو بھی جگا کر
سعادت عنایت سے اپنی عطا کر

ترا نام ازل سے گراں تا کراں ہے
تو ہی مالکِ قسمتِ دو جہاں ہے
ترے دست قدرت میں کون و مکاں ہے
زمیں تیری یارب ترا آسماں ہے
مرا حال دل تجھ سے مخفی نہیں ہے
یہ بستی ہے کیسی کہ بستی نہیں ہے

بنا دے مرے دل کو بھی گھر الٰہی
تری ملک یہ ہے نہیں ہے کسی کی
یہی آسماں ہے یہی عرش و کرسی
زمین حرم مسجد ایلیا بھی
مکاں یہ کہ تیرا بنایا ہوا ہے
حوادث کے ہاتھوں کا ڈھایا ہوا ہے

کوئی اس جہاں میں ہمارا نہیں ہے
سوا تیرے یارب سہارا نہیں ہے
ہمیں اپنے دل پر اجارا نہیں ہے
سفینہ بھنور میں کنارا نہیں ہے
ہمارے سفینے کا ہو ناخدا تو
ہمارا ہے مالک ہمارا خدا تو

بس اے برقؔ چپ رہ کہاں تک حکایت
اسی میں کہیں ہو نہ جائے شکایت
زرا دیکھ تو باز ہے باب رحمت
خدا سے دعا کر دعا کی ہے ساعت
سعادت سے دارین کی بہرہ ور کر
قبول اے الٰہی دعائے سحر کر

سوموسٹے

اوکی ناوا

ایک بے وطن جزیرہ

اوکی ناوا کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صدیوں قبل جنوبی جاپان کے کچھ لوگ یہاں آئے تھے اور انھوں نے اس جزیرہ کو آباد کیا تھا جب آبادی بڑھی تو عوام نے ایک آدمی کو اپنا بادشاہ بنا لیا اس بادشاہ نے چین سے تعلقات پیدا کئے اور شہنشاہ چین کو سوغات بھیجے ۱۶۰۹ء میں جاپان نے اس جزیرہ پر قبضہ کر لیا لیکن اس قبضہ کے بعد بھی انھوں نے مقامی بادشاہت باقی رکھی اور جزیرہ کا بادشاہ چین کو سوغات بھیجتا رہا ۱۸۷۹ء میں جاپان نے یہاں کی بادشاہت ختم کر دی اور اس طرح اوکی ناوا اور چین کے تعلقات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے "اوکی ناوا" ایک جاپانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں سمندر کی رسی، وہاں جو زبان بولی جاتی ہے اس میں ستر فیصدی الفاظ جاپانی ہیں۔

اس جزیرہ میں ہر مہینہ کوئی نہ کوئی تہوار ضرور ہوتا ہے تہوار کے موقع پر عوام رنگین کپڑے پہنتے ہیں اور سڑکوں پر جلوس نکالتے ہیں۔ کئی کئی دن تک ناچ اور رنگ کی محفلیں لگتی ہیں اور خوب دل کھول کر خوشی منائی جاتی ہے۔

میں نے اوکی ناوا میں یہ بھی دیکھا کہ ہر عورت اپنا جسم ضرور گدواتی ہے، ہر گاؤں میں گدوانے کا ایک علیحدہ نقشہ ہوتا ہے چنانچہ عورت کے جسم پر گدے ہوئے نشانوں کو دیکھ کر ہی یہ پتہ چل جاتا ہے کہ یہ عورت کہاں کی رہنے والی ہے۔

مجھے وہاں کا ایک کھیل بہت پسند آیا۔ تہوار کے موقع پر وہاں رسہ کشی ہوتی ہے۔ رسہ کا ایک سرا گاؤں کے نوجوان مرد پکڑتے ہیں اور دوسرا سرا نوجوان عورتیں اب زور آزمائی ہوتی ہے۔ اور جیتنے والوں کو انعام دیا جاتا ہے۔ اس کھیل کے دوران میں نے جو مسرت کھیلنے والوں اور دیکھنے والوں کے چہروں پر دیکھی وہ مجھے دنیا میں کہیں بھی نظر نہ آئی۔ اس مسرت میں ایک بے ساختگی سی تھی۔

اوکی ناوا میں اونچے اونچے پہاڑ بھی ہیں اور چھوٹے چھوٹے جنگل بھی لیکن نہ ان پہاڑوں پر درندے رہتے ہیں اور نہ جنگلوں میں۔

میں نے وہاں ایک اور کھیل بھی دیکھا۔ جس طرح اسپین میں انسان اور بیل کی لڑائی کا کھیل ہوتا ہے اسی طرح اوکی ناوا میں بھینسوں کی لڑائی کا تماشا ہوتا ہے اور لوگ بڑی دلچسپی سے یہ تماشہ دیکھتے ہیں۔ یہ کھیل یوں ہوتا ہے کہ دو طاقتور بھینسے میدان میں چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے لڑنا شروع کر دیتے ہیں عموماً یہ لڑائی بیس منٹ جاری رہتی ہے۔ ہارنے والا بھینسا میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اور اس طرح یہ کھیل ختم ہو جاتا ہے۔ اس جزیرہ کی آبادی صرف دس لاکھ ہے۔ لیکن جب یہ بتایا گیا ہے کہ اس جزیرہ میں موٹروں کی تعداد ایک لاکھ ہے تو مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہاں ہر دس آدمیوں کے لئے ایک موٹر ہے جبکہ جنگ عظیم سے قبل وہاں صرف بیل گاڑیاں چلتی تھیں۔ اور پورے جزیرہ میں موٹروں کی تعداد صرف سو یا اس سے بھی کم تھی۔

اپنی سیاحت کے دوران میں نے وہاں یہ بھی دیکھا کہ وہاں کے بازاروں میں ہر چیز کرائے پر بڑی آسانی سے مل جاتی ہے اور نووارد کو اپنا گھر سجانے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی ہے۔

اوکی ناوا میں لاشوں کو دفنانے کا رواج ہے اور ہر خاندان اپنے لئے ایک الگ مقبرہ بناتا ہے۔ ایسے مقبرے پورے جزیرے میں جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ ان مقبروں کا ایک خاندان کی زندگی میں بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ کسی لڑکے کو جب کسی لڑکی سے شادی کرنا ہوتی ہے تو وہ اس لڑکی کو لے کر اپنے خاندانی مقبرہ چلا جاتا ہے۔ اور وہاں لڑکی سے کہتا ہے کہ "میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں" اور اس طرح دونوں کی منگنی ہو جاتی ہے۔

جزیرہ کے سب سے خوبصورت علاقے کا نام، ناگو ہے یہاں باغات کی کثرت ہے اور ہر جگہ پھل اور پھول نظر آتے ہیں۔ ناگو میں ایک سمندری کھاڑی بھی ہے جہاں سیاہ رنگ کی مچھلی پائی جاتی ہے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ یہ مچھلی دنیا کے اور کسی سمندر میں نہیں پائی جاتی ہے۔

ناگو کے بعد "لی ٹیا" کا علاقہ ہے۔ یہاں زہریلے سانپ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ایک سرکاری رپورٹ کے بموجب یہاں ہر سال چار سو آدمی ان سانپوں کے کاٹنے سے ضرور مرتے ہیں۔ یہاں چونکہ سانپوں کی بہتات ہے اس لئے سپیرے بھی نظر آتے ہیں۔ یہ سپیرے زہریلے سانپوں کو پکڑ کر غیر ملکی کمپنیوں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ اور کافی رقم کماتے ہیں۔

جزیرہ کے مشرق کی جانب "کن" نام کا ایک قصبہ ہے یہاں ایک پرانا غار ہے جواب ایک مندر میں تبدیل ہو چکا ہے۔ صدیوں پیشتر اس غار میں ہر سال ایک عورت کی قربانی دی جاتی تھی۔ اور اس طرح اس دور کے دیوتا کی خوشنودی حاصل کی جاتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جو جاپانی سب سے پہلے اس جزیرہ میں آئے تھے انھوں نے اسی قصبے میں اپنے مکانات بنائے تھے۔

اس قصبہ میں ایک پرانے مقامی لیڈر کا مکان بھی ہے جس نے وہاں تقریباً پچاس سال قبل جمہوریت کا نعرہ لگایا تھا۔ اس مکان کو اب عجائب گھر میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہاں مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ اس لیڈر کی تحریک پر سیکڑوں آدمیوں نے جزیرہ چھوڑ دیا تھا اور وہ جنوبی امریکہ کے ملکوں میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔

میں نے پندرہ دن تک اس جزیرہ کی سیاحت کی یہاں میں نے یہ دیکھا کہ کسان گنے کی کاشت پر اور انناس پیدا کرنے پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ یہاں جتنا گنا اور انناس پیدا ہوتا ہے وہ سب جاپان خرید لیتا ہے۔ یہاں کے کسان غالباً اسی وجہ سے بہت مالدار ہیں۔ ان کسانوں کے مکانات بہت ہی خوبصورت ہیں۔ میں نے ایسے بہت کم مکان دیکھے ہیں، جہاں ٹیلی ویژن نہ ہو اور جہاں قیمتی فرنیچر نہ ہو۔

میں اس جزیرہ میں جہاں کہیں گیا میں نے لوگوں کو بڑا خلیق اور ملنسار پایا اور اس طرح میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جین میں اس جزیرہ کو "اخلاق اور محبت کا جزیرہ" کیوں کہا جاتا ہے۔ اپنی سیاحت کے دوران میں نے جس جگہ بھی اپنی موٹر روکی لوگ میری خاطر تواضع کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔ ہر جگہ مسکراہٹ سے میرا خیر مقدم کیا گیا، ہر جگہ مجھے زیادہ سے زیادہ آرام پہونچایا گیا۔ یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ جنگ سے قبل یہاں کے ایک پہاڑ پر محبت کا ایک مینار بھی بنا ہوا تھا لیکن جنگ میں بمباری کے دوران یہ مینار گر کر تباہ ہو گیا اور اس طرح محبت کی یہ یادگار مٹ گئی۔ سنا ہے کہ مقامی آبادی دوبارہ اس مینار کی تعمیر کا پروگرام بنا رہی ہے۔

میرا سفر ختم ہی ہونے والا تھا کہ میرا گائڈ مجھے ایک کھاڑی کے کنارے لے گیا جس کو مقامی زبان میں "کبیرا" کہا جاتا ہے۔ اگر میں اس کھاڑی کو نہ دیکھتا تو شاید میری سیاحت ادھوری رہ جاتی۔

اس کھاڑی میں سیاہ موتیوں کی کاشت کی جاتی ہے یہ دنیا کا واحد سمندر ہے جہاں کے پانی میں سیاہ موتی پیدا کرنے کی قوت ہے، سیاہ موتی پیدا کرنے کا قاعدہ یہ ہے سیپ کو ایک آہنی جال میں بند کر کے سمندر میں ڈبو دیا جاتا ہے اور ایک سال کے بعد اس سیپی کو نکال کر اس کے بطن سے سیاہ موتی نکال لیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی اتنے بڑے اور اتنے چمکدار موتی نکل آتے ہیں کہ چشم انسانی حیران رہ جاتی ہے۔ پچھلے سال یہاں ایک سیاہ موتی نکلا تھا جو ۳ ہزار روپے میں فروخت ہوا۔ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ اوکی ناوا کی بے وطنی کب تک باقی رہے گی۔ لیکن ابھی چند دن پیشتر اخباروں میں یہ خبر پڑھی کہ امریکہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس جزیرہ کو جاپان کے حوالے کر دیا جائے۔

بقیہ جنس اور سیاست

اسرائیلی سی، آئی، ڈی، آفس کا ایجنٹ تھا اس سے اس کی شادی ایک خاص مہم سر کرنے کے لئے ہوئی تھی اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا نائٹ کلب خواہشات نفسانی کے بھڑکانے اور جاسوسی کے نئے نئے طریقوں پر تجربہ حاصل کرنے کا ایک کالج بن گیا تھا جس میں نوجوان لڑکیاں داخل ہو کر جاسوسی کی تربیت حاصل کرتیں پھر مغربی ممالک یورپ امریکا، اور روس وغیرہ میں پھیل کر وہاں اہم عرب شخصیتوں پر اور ڈپلومیٹ خصوصاً وہاں کے تعلیم پانے والے نوجوانوں کو بہکانے اور اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتیں۔

جنرل (کارل فورن ہورن) ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۰ء میں نشر ہونے والے ایک میمورنڈم میں رقمطراز ہیں "اقوام متحدہ کے امن پسند ایلچی و حکام ان لڑکیوں پر پروانوں کی طرح ٹوٹتے اور ان کے پھندے میں اس طرح آتے ہیں جس طرح مچھلی جال میں حالاں کہ یہ پریاں اسرائیلی جاسوس ہیں۔ جوان لوگوں کو اکسانے بہکانے اور اپنی طرف راغب کرنے کے لئے چھوڑی گئی ہیں یہی نہیں بلکہ خود عرب ممالک کے بہت سے بڑے ذمہ دار افراد و سیاستداں اسرائیلیوں کے جاسوس ہیں یہی وجہ ہے کہ اسرائیل کو عرب افواج کی نقل و حرکت اور جنگ کے مناسب مقامات کی اطلاع برابر ملتی رہتی تھی۔"

دوسری جگہ لکھتا ہو کہ حسینائیں لوگوں سے تعلقات صرف اس لئے پیدا کرتی ہیں کہ اہم معلومات حاصل کریں۔ یہ صرف معمولی طبقے ہی سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ اعلیٰ طبقہ کی عورتیں بھی ان میں شامل ہوتی ہیں۔ جیسے موشے دایان کی بیٹی۔

"فورن ہورن" لکھتا ہے کہ ایسے ہزاروں واقعات ہیں لیکن آپ کے سامنے میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں جس کو پڑھ کر آپ خود یہودی پالیسی اور ریشہ دوانیوں کا اندازہ لگا لیں گے۔ ایک نوجوان لازم صرف اس بات پر مامور تھا کہ وہ اقوام متحدہ کے حکام کی سخاوت و فراخدلی کے ساتھ مہمان نوازی کرے اور خوبصورت لڑکیوں کو ان کی قیام گاہوں پر حاضر کرے۔

ہمیں ایسی لڑکیاں تل ابیب میں بہت ملیں جو اپنے آپ کو ان حکام کے سامنے پیش کرتی تھیں انھیں ہم فدائیات کے نام سے یاد کرتے تھے ان کا کام یہ تھا کہ ان لوگوں کو عشق کے جال میں پھنسا کر اسرائیل کی طرف مائل کریں۔

ایک روز علی الصباح ایک نوجوان میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ میرے ذمہ یہ کام کیا گیا ہے کہ میں اس کا حساب لگاؤں کہ مہینے میں کتنے لوگ بہکائے گئے اور سب سے پہلا مطالبہ اس بات کا تھا کہ وہ یہ پتہ لگائے کہ میں "ہورن" کیسی لڑکیوں کو پسند کرتا ہوں۔

(باقی آئندہ)

بقیہ حالات حاضرہ میں صبر و استقامت

"کہ جس اورنگ زیب عالمگیر کے متعلق یہ شہرہ ہے کہ اس نے اجودھیا و بنارس کا مندر گرایا اسی اورنگزیب نے بیجاپور کی شاندار جامع مسجد کو بھی گروا دیا اور اپنے سامنے کھڑے ہو کر ایک ایک اینٹ مسجد سے نکلوا کر زمین سے ملوا دیا کیوں کہ سمراٹ کے مسلمان باغیوں نے لڑتے لڑتے جامع مسجد میں پناہ لی تھی اور دونوں صورتیں "راج کاج" یعنی پولیٹیکل پہلو تھی مذہبی نہ تھی ......

مہاتما گاندھی کے دفتر بنی سے سبق ص ۴۲)

(۹) ہندوستان کے اولین صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اورنگ زیب عالم گیر کی بے تعصبی کے ذیل میں ایک نفیس واقعہ نقل کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب "انڈیا ڈیوائیڈڈ" میں لکھتے ہیں کہ اندھرا کے راجہ اندرامن نے کئی بار شاہجہاں سے بغاوت کی شاہجہاں نے ہر بار اس پر غلبہ حاصل کیا اور قید کرتا رہا اور چھوڑتا رہا لیکن وہ پھر بغاوت پر آمادہ ہو جاتا۔ جب آخری بار راجہ اندرمن گرفتار ہوا تو اس نے حسب عادت معافی چاہی اور صلح کے شرائط نامے کی منظوری چاہی اور شاہجہاں کے وزیر اعظم کے پاس اورنگ زیب نے سفارش کی۔ شاہجہاں نے جواب لکھوایا کہ کئی بار بغاوت کر چکا ہے اس لئے اب وہ آزاد نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اگر وہ آزادی چاہتا ہے تو صرف اسلام قبول کرنے پر آزاد کیا جا سکتا ہے اورنگ زیب نے وزیر اعظم کو جواب دیا کہ اسلام لانے کی شرط ہرگز قرین انصاف نہیں ہے سراسر حماقت و بدعقلی ہے (انڈیا ڈیوائیڈڈ مولفہ راجندر پرشاد صدر جمہوریہ ہند)

بقیہ صحرا کی آندھی

چہرہ نظر آیا اور اس کے ساتھ ہی میرے کان میں زید کی آواز آئی جو چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے "یہ ہوش میں آ گئے"۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کا چہرہ میرے چہرے کے قریب ہو رہا ہے اور ان کا ہاتھ میرے بازو پر رکھا ہوا ہے اسی درمیان ایک دوسرا شخص گھر میں داخل ہوا میں اس کو اچھی طرح پہچان نہ سکا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں جب وہ اپنی پست اور پروقار آواز میں بات کرنے لگا تو میں سمجھ گیا کہ وہ قبیلہ شمر کا کوئی بدو ہے۔

میں نے پھر پیاس محسوس کی اور اپنے دونوں ہاتھوں سے دودھ کا پیالہ پکڑ لیا جو زید نے میرے قریب کر دیا تھا، اب چونکہ میرے حلق میں کوئی تکلیف نہ تھی اس لئے میں اس کو ایک ہی دفعہ میں پی گیا۔ اسی درمیان میں زید مجھے سارا قصہ سناتے رہے کہ جب آندھی ختم ہوئی تو کسی طرح ان کی ان بدوؤں سے ملاقات ہوئی جو ادھر سے گذر رہے تھے۔ اور یہ کہ جب گم شدہ اونٹ تنہا اس رات کو واپس آ گیا تو ان کو بڑی تشویش ہوئی۔

چنانچہ وہ سب مل کر مجھے تلاش کرنے کے لئے نکلے پھر کس طرح تین روز کی تلاش و جستجو کے بعد جب وہ مایوس ہو چلے تھے انھوں نے ٹیلے کے پیچھے گولی چلنے کی آواز سنی اور میرے پاس پہونچ گئے۔

تھوڑی دیر بعد زید سہارا دے کر مجھے گھر سے باہر لائے اور زمین پر اونی چادر بچھا دی گئی اور میں ستاروں کی چھاؤں میں اس پر لیٹ گیا۔

ہند و پاک کا واحد عربی ماہنامہ

جاری کردہ اکتوبر ۱۹۵۱ء

زیر ادارت محمد الحسنی ۔ سعید الاعظمی

(فکر اسلامی کا نقیب۔ اتحاد اسلامی کا علمبردار)

دعوت اسلامی کا ترجمان

البعث الاسلامی

عالم عربی کی مجبور یا مسموم صحافت کی گرد آلود تاریک فضا میں ایک شعاع امید عالم اسلام کے ممتاز ترین اہل قلم کی نگارشات کا دل آویز گلدستہ۔ صفحات ۱۰۰۔ خوبصورت ٹائپ پر معیاری طباعت اور گٹ اپ کے ساتھ۔

چندہ سالانہ ہندوستان میں دس روپے

نمونے کے لئے ایک روپیہ ارسال کریں

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

کوائفِ دار العلوم

محمد عبد السمیع ندوی

بحمد اللہ دار العلوم میں سب لوگ سکون و اطمینان کے ساتھ علمی و تعلیمی مشاغل میں معروف ہیں عزیز طلبہ کی مشغولیت امتحان سالانہ کے قرب کی وجہ سے بڑھی ہوئی ہے سالانہ امتحان حسب معمول اپنے وقت پر ہوگا۔

۱۰ر اگست کو محترم مولانا مصطفیٰ کریم صاحب ندوی (ایم ایس سی دینیات) علیگ) علیگڑھ سے واپسی پر ندوہ تشریف لائے۔ طلبہ کو آپ سے بہت جلد انس اور لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے مولانا نے دوران قیام طلبہ کی کئی نشستیں کیں ان نشستوں میں تعلیم و مطالعہ، اخلاق و سیرت کی پختگی کے سلسلہ میں مفید مشورے دیئے۔

گذشتہ سال اگست میں جب مولانا تشریف لائے تھے تو طلبہ میں مزید شوق و ذوق پیدا کرنے کی غرض سے چار نسخے مصباح اللغات کے مکتبہ دار العلوم سے خرید کر کتب خانہ میں داخل کئے تھے، پھر مولانا ہی کی تحریک پر ناظم صاحب ندوۃ العلماء نے بارہ نسخے خرید کر کتب خانہ کو دیئے اس درمیان میں مولانا نے مزید بارہ نسخے مکتبہ سے خرید کر کتب خانہ کو دیئے۔ یوں اٹھائیس نسخے ہو گئے، اس طرح مولانا کی ہمت و محنت سے ایک ضرورت پوری ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر دے۔ مولانا اپنی باغ و بہار شخصیت کے ساتھ ندوہ میں چند دن مقیم رہ کر ۱۴ر اگست کو اپنے وطن دربھنگہ تشریف لے گئے۔

دار العلوم کا ڈائننگ ہال (دار الطعام) بحمد اللہ مکمل ہو گیا ہے صرف بجلی کی فٹنگ وغیرہ باقی ہے۔ توقع یہ ہے کہ ان شاء اللہ شوال المکرم سے اس کا افتتاح ہو جائے گا اس ہال کی تکمیل کے سلسلہ میں جو رقم بطور قرض حاصل کی گئی تھی ابھی تک اس کی ادائیگی کا کوئی نظم نہیں ہو سکا۔

واللہ المعین

بقیہ ملت کے نوجوانوں سے

ممبر اور غیر ممبر طلبہ کی جائز دلچسپی اور تفریح کے ساتھ باہمی ارتباط کے مواقع پیدا ہوں۔

۷۔ مناسب کھیلوں (دلچسپی) مثلاً کرکٹ، والی بال، بیڈمنٹن، ٹیبل ٹینس، تیراکی وغیرہ کا انتظام۔

۸۔ ہفتہ وار نشست میں دوسرے پروگراموں کے ساتھ ایک ہلکی پھلکی تقریر یا کسی کتاب کا وہ منتخب حصہ یا مقالہ پڑھ کر سنایا جائے جو نوجوانوں کے لئے مفید ہو اور دلچسپ بھی مثلاً سلاطین، فاتحین اور مصلحین کے سبق آموز حالات زندگی۔ کوئی دلچسپ اور مفید سفر نامہ کسی ملک کے حالات، سائنس کی جدید اور مفید عام تحقیقات وغیرہ

مولانا کی تقریر تعمیر حیات کے شمارہ ۱۰ر اپریل میں شائع ہو چکی ہے، اس کے علاوہ کتابی صورت میں (مع دستور العمل مسلم یوتھ کونسل) ۲۵ پیسے قیمت دیکر حاصل کر سکتے ہیں۔

ملنے کا پتہ

دفتر مسلم یوتھ کونسل۔ اتر پردیش۔ لکھنؤ

کاشانۂ الکرام۔ باغ قاضی۔ لکھنؤ

بقیہ:۔ ایوری کوسٹ

اقتصادی حالت ایوری کوسٹ ایک زراعتی ملک سمجھا جاتا ہے اور قومی آمدنی کا زیادہ تر دار و مدار کافی، کوکو، کیلا، انناس گیہوں اور روئی پر ہے اسی لئے ابیجان کی زراعتی یونیورسٹی مغربی افریقہ کی سب سے بڑی زراعتی یونیورسٹی سمجھی جاتی ہے۔ اور بیکار زمین ۵ ہیکٹر ہے جس کی لکڑی مہوگنی بہت مشہور قسم ہے۔

شمالی حصہ چونکہ زرخیز اور شاداب ہے اس لئے چارہ اور چراگاہوں کی کثرت ہے۔ مختلف قسم کے جانوروں کی تعداد ایک ملین ہے۔

معدنی وسائل میں زیادہ اہم الماس ہے جس کی پیداوار ۱۹۵۰ء کے درمیان ۱۴۳۱۲، ۱۶۷ تھی۔ اس کے علاوہ لوہا اور مینگنیز وغیرہ بھی پائے جاتے ہیں۔

ابیجان شہر (دار السلطنت) کے ارد گرد صنعتی کام بھی ہوتا ہے جس میں کھلونے، صابن، تعمیری سامان اور تیل وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔

بقیہ:۔ اوکی ناوا

لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی خبر درج تھی کہ وہاں کے عوام کا ایک طبقہ اس حوالگی کے خلاف مظاہرہ کر رہا ہے کہ جزیرہ کو امریکہ کے ہی قبضہ میں رہنے دیا جائے کیونکہ امریکی فوج کے ہٹتے ہی وہاں کے چار لاکھ انسان بے روزگار ہو جائیں گے اور اقتصادی تباہی پھیل جائے گی

میں نے جب یہ خبر پڑھی تو سوچا کہ واقعی اوکی ناوا صرف سیاہ مچھلیوں اور سیاہ موتیوں کا جزیرہ نہیں ہے یہ طوفانوں کا بھی جزیرہ ہے۔ (دبلو رشتان)

Islam's Achievements

○ اسلام مختصر مدت میں عالمگیر مذہب کیسے بنا

○ اسلام نے اقوام عالم کو اپنی مساوات سے کیونکر گرویدہ بنایا؟

○ اسلام نے رنگ و نسل کے امتیازات کس طرح مٹائے؟

○ اسلام نے طبقات انسانی کو ایک لڑی میں کیسے پرویا؟

○ اسلام نے خدا شناسی اور خدا پرستی کیسے سکھائی؟

○ اسلام نے مختلف علوم کی آبیاری کیسے کی؟

ہم کو، آپ کو اور غیر مسلم احباب کو ان سوالوں کا جواب اس مختصر سی کتاب میں ملے گا۔

قیمت ۱۔ ۰۰ روپے

ہندوستانی کتاب گھر ۹۰ ناظر باغ کانپور

سول ایجنسیاں

۱۔ اودھ جنرل اسٹور امین آباد۔ لکھنؤ

۲۔ ایم ایس ظہیر اینڈ سنس جمن گنج۔ کانپور

عالم اسلام

ترجمہ:۔ محمود الحسن ... ندوی

ایوری کوسٹ کے مسلمان

جمہوریہ ایوری کوسٹ افریقہ کے مغربی ساحل پر واقع ہے۔ مشرق میں جمہوریہ گھانا شمال میں جمہوریہ اپر وولٹا اور جمہوریہ مالی۔ مغرب میں جمہوریہ گنی اور جمہوریہ لائبیریا اور جنوب میں خلیج گنی ہے۔

اس کا رقبہ ۱۲۷،۵۰۰ مربع میل ہے اور ساحلی لمبائی ۳۴۰ میل ہے۔ شمال مشرق کو الگ کر دینے کے بعد یہ کہنا بجا ہوگا کہ ایوری کوسٹ کی اکثر زمین بلند ہے اور جوں جوں بحر اٹلانٹک سے قریب ہوتے جایئے زمین نشیبی ہوتی گئی ہے پہاڑوں کی چوٹیاں ۴۰۰ سے ۵۰۰۰ فیٹ بلند ہیں اور چار دریا۔ کا آئی۔ ساساندرا۔ باندا اور کوتا ہیں ساحلی زمین کے علاوہ بعض جھیلے شکار کے لئے بہت اچھے ہیں جن کا رقبہ ۱۰۰ سے ۳۰۰ کیلو میٹر ہے۔ سب سے زیادہ بارش ۸۰ سے ۱۲۰ انچ ہے۔ اور متوسط بارش ساحلی علاقوں میں ۵۳ سے ۱۰۰ انچ ہے اور فضا عام طور سے ہر موسم میں مرطوب رہتی ہے۔ سب سے زیادہ درجۂ حرارت ۹۰ سے ۹۴ فارن ہائٹ اور کم سے کم ۷۰ سے ۸۰ ہے۔ بارش کا موسم جون سے شروع ہوتا ہے اور اکتوبر میں ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح چھ ماہ بارش اور چھ ماہ موسم خشک رہتا ہے

آبادی جمہوریہ ایوری کوسٹ کی آبادی سنہ ۱۹۶۲ء میں اقوام متحدہ کی زیر نگرانی مردم شماری کے مطابق ۳،۲۷۵،۰۰۰ ہے۔ قبیلہ ماندی۔ وولٹا اور سینو فا شمال میں واقع ہیں اور قبیلہ اجبنی اشانتی اور دوسرے قبائل جمہوریہ ایوری کوسٹ کے جنوب میں واقع ہیں۔ اور مذہب اور دین ہیں ایوری کوسٹ کی آبادی میں مسلمان ۵۵٪ اور عیسائی ۱۰٪ اور بے دین ۳۵٪ ہیں۔ ویسے تو وہاں ساٹھ زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن سب سے زیادہ رائج اور مقبول زبان ماندی اور اجبنی ہے۔ البتہ سرکاری حیثیت فرانسیسی کو حاصل ہے۔

تاریخ اس ملک کے متعلق ہماری معلومات بہت مختصر اور محدود ہیں۔ اس کا شمالی حصہ اسلام کے ماتحت پہلی صدی ہجری میں آیا۔ شہر تمبکٹو (جمہوریہ مالی) اور شہر سوکوٹو (اسلامی نائیجیریا) کے راستہ میں واقع ہیں۔

سترہویں اور چودہویں صدی کے درمیان جمہوریہ ایوری کوسٹ کا شمالی حصہ (اسلامی) مالی کے ماتحت تھا اور ۱۰ویں صدی عیسوی میں یہ ابراہیم ممبیجا الفیبنی کی حکومت کا ایک حصہ ہو گیا۔ پندرہویں صدی عیسوی سے پرتگالیوں نے خلیج گنی کے ساحلی راستوں پر یورش شروع کر دی اور اس کے بعد فرانسیسیوں نے بھی یہی طرز اختیار کیا۔ ساحل خلیج گنی کے قبائل ہاتھی کے دانت کی تجارت کرتے تھے، اس لئے یوروپین نے اس کو "ایوری کوسٹ" کے نام سے موسوم کر دیا۔

اٹھارہویں صدی میں قبیلہ اجبنی اور اشانتی نے مشرقی حصہ کی سکونت ترک کر دی اور ایوری کوسٹ میں جا بسے۔ اور دونوں نے اپنی حکومت کی بنیاد رکھی اسی صدی (اٹھارہویں صدی) کے اختتام ہی سے عیسائی مشنریوں کے جتھے آنے لگے۔ اور سنہ ۱۸۴۲ء میں فرانس اور قبیلہ اجبنی کے درمیان ایک معاہدہ ہو چکی رو سے لباہم الکبیرہ فرانس کو دے دیا گیا۔ لیکن ایوری کوسٹ کا شمالی حصہ موسی کی حکومت کا ایک جزو تھا۔ جس کے بادشاہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ انیسویں صدی کے نصف تک اس پر فرانسیسی قبضہ نہیں کر پایا تھا مگر جب سنہ ۱۸۹۸ء میں مغربی افریقہ کے مشہور مسلم قائد ابوبکر کو ساموری تیبنی کے ہاتھوں شکست ہوئی اس وقت سے فرانس کا اثر و نفوذ بڑھتا رہا۔

سنہ ۱۹۴۶ء میں ایوری کوسٹ فرانسیسی مقبوضہ ہو گیا۔ اور پارلیمنٹ کا پہلا انتخاب سنہ ۱۹۵۷ء میں ہوا۔ اور سنہ ۱۹۵۸ء میں نیم آزادی مل گئی۔ اس موقع پر دوسری بار حکومت کی تشکیل ہوئی اور دسمبر سنہ ۱۹۵۸ء میں ایوری کوسٹ جمہوریہ ...

۳۰ر ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء میں ایوری کوسٹ اقوام متحدہ کا ممبر ہوا ۳۱ر اکتوبر کو نیا دستور بنایا گیا جس میں مذہبی آزادی دی گئی لیکن حکومت کی بنیاد مذہب پر نہ رکھی گئی۔ قانون بنانے کا اختیار قانون ساز اسمبلی کو ہے۔ جو ۷۰ افراد پر مشتمل ہے اور ان کا انتخاب عام چناؤ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ سرکاری اہم عہدوں پر عیسائی فائز ہیں جن کی تعلیم و تربیت مشن اسکول میں ہوتی ہے اور اس میں تعلیم حاصل کرنے کی اولین شرط عیسائی ہونا ہے۔ پرائیویٹ اسلامی اسکولوں کا معیار گرا ہوا ہے اس طرح سے شمالی حصہ کے مسلمان تعلیم و تربیت سے محروم ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہر قسم کی تہذیب اور تمدن سے محروم ہیں۔ جبکہ جنوبی حصہ کے افراد کو زندگی کی ہر قسم کی سہولتیں مہیا ہیں

اس ملک کی ترقی اور عروج شمالی حصہ کے پست مسلمانوں کی حالت سنبھلنے پر منحصر ہے اس سلسلہ میں رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ) نے بھی بعض کوششیں کی ہیں۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

مختصر خبروں کے آئینے میں

ترکی میں تحریک اسلامی کی رفتار

مرتبہ:۔ عبید المختار انصاری

● ترکی کی جسٹس پارٹی (جس کی قیادت سلیمان دیمرل کر رہے ہیں) کا وجود خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ انتخابات میں اس کی اسلام دشمنی سے عوام متنفر ہو چکے ہیں۔

● پروفیسر نجم الدین اربکان کی جدید اسلامی پارٹی (النظام القومی) ایک نئے مرحلہ میں داخل ہو رہی ہے اس کی کوشش ہے کہ ترکی کی تمام اسلامی طاقتوں کو نیا محاذ بنایا جائے بہت سے اسلام پسند لوگ نئی تنظیم میں شامل ہو گئے ہیں۔ خاص طور پر بڑے اسلامی مدرسوں کے طلبہ اور اس کے فارغین، ائمہ اور خطیب اس میں تیزی کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں۔

● نئی تنظیم اب تک ترکی کے تیس بڑے شہروں میں اپنے مرکز قائم کر چکی ہے جو برابر اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

● نئی تنظیم میں تمام ... لوگ شامل ہو سکتے ہیں جو مسلمان ہوں، نماز روزہ کے پابند ہوں، مضبوط کردار کے مالک ہوں، با اخلاق ہوں۔ چنانچہ متعدد ممبران پارلیمنٹ نے محض اس بنیاد پر اس نئی تنظیم میں شریک ہونے سے انکار کر دیا کہ وہ ان شرائط کو پورا کرنے سے معذور ہیں (یعنی نماز روزہ کا اہتمام ان کے لئے شاق تھا)

● دین سے دشمنی رکھنے والے بعض حکام اب پوری طرح بے نقاب ہو چکے ہیں جیسے کہ "علی الثک" جو اپنی کتابوں میں سید قطب شہید اور مولانا مودودی کی دونوں پر بے دینی اور بدعتی ہونے کی تہمت لگاتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ اسلامی تحریک پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ ترکی کے مستقبل کے لئے ایک خطرہ ہیں۔ بعد میں انھوں نے ایک رسالہ "حقیقت" کے نام سے نکالا اور اس میں یہ لکھا کہ حکومت کی اطاعت ایک زمینی عبادت اور اللہ کی اطاعت ہے۔ انھوں نے سلیمان دیمرل کو "مجاہد کبیر" کا خطاب بھی دیا۔

● دستور ترکی کی ایک اسلامی جماعت نے ایک ماہنامہ "السحر" (الفجر) کے نام سے نکالا ہے یہ رسالہ خالص دینی ہے اور مولوی صاحب سے متعلق ہے۔ (انتخاب بیروت)